بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے
کی مختلف صورتوں کی نقاب کشائی
اِرْتِفَاعُ الْحُجُبْ
عَنْ قِرَأۃِ الْجُنُبْ
۱۳۲۸ھ
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین و ملّت
امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ اللہ
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ

ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب

۲۸   ۱۳

(بحالتِ جنابت قرآن پڑھنے کی مختلف صورتوں کی نقاب کشائی)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۲   ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنب کو کلام اللہ شریف کی پوری آیت پڑھنی ناجائز ہے یا آیت سے کم بھی، مثلاً کسی کام کے لئے حسبنا اللہ ونعم الوکیل یا کسی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتا ہے کہ یہ پوری آیتیں نہیں آیتوں کے ٹکڑے ہیں یا اس قدر کی بھی اجازت نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدالمن انزل کتابہ وقدس جنابہ فحرم قراءتہ حال | حمد ہے اسے جس نے اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس کی بارگاہ مقدس رکھی، کہ اس کی قرارت

الجنابة والصلوٰة والسلام علی من اٰتاہ خطایہ وطہر حبابہ وعلی الاٰل والصحابۃ وامۃ الاجابۃ۔

بحالت جنابت حرام فرمائی۔ اور درود وسلام ہو ان پر جنھیں اپنا کلام عطا کیا، اور جن کا صحن پاکیزہ رکھا اور ان کے آل واصحاب اور امت اجابت پر بھی۔ (ت)

اولاً ف یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر وثنا ومناجات ودعا ہوں اگرچہ پوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی بلکہ متعدد آیات کاملہ جیسے سورہ حشر کی اخیر تین آیتیں ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ[1] سے آخر سورت تک، بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر ودعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب وحائض ونفسا سب کو جائز ہے اسی لئے کھانے یا سبق کی ابتدا میں بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک واستفتاح ہے نہ کہ تلاوت، تو حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکر ودعا نہ بہ نیت تلاوت قرآن پڑھے جاتے ہیں، اگرچہ پوری آیت بھی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا، جس طرح کسی چیز کے گمنے پر عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الی ربنا راغبون[2] کہنا۔ بحر میں بعد ذکر مسائل ممانعت ہے،

ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قراٰن اما اذا قرأہ علی قصد الثناء او افتتاح امر لا یمنع فی اصح الروایات وفی التسمیۃ اتفاق انہ لایمنع اذا کان علی قصد الثناء او افتتاح امر کذا فی الخلاصۃ وفی العیون لابی اللیث ولو انہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیأ من الاٰیات التی فیھا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراءۃ فلا باس بہ اھ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار[3]۔

یہ سب اس وقت ہے جب بقصد قرآن پڑھے۔ لیکن جب ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو اصح روایات میں ممانعت نہیں۔ اور تسمیہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ جب اسے ثنا یا کسی کام کے شروع کرنے کے ارادے سے پڑھے تو ممانعت نہیں۔ ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ امام ابو اللیث کی عیون المسائل میں ہے: اگر سورۂ فاتحہ بطور دعا پڑھی یا کوئی ایسی آیت پڑھی جو دعا کے معنی پر مشتمل ہے اور اس سے تلاوت قرآن کا قصد نہیں رکھتا تو کوئی حرج نہیں اھ۔ اسی کو امام حلوانی نے اختیار کیا اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ یہی مختار ہے۔ (ت)

ف: مسئلہ جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دعا وثنا ہو جنب وحائض بے نیت قرآن صرف دعا وثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد وآیۃ الکرسی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۲
[3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

ہاں آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ اور ان کے مثل ایسی قراءت کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جنب ہونا معلوم ہو باآواز بنیتِ ثناو دُعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحالِ جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اس کا عدمِ جواز جانتے ہوں تو اس پر گناہ کی تہمت نہ رکھیں۔

وھذا معنی ما قال الامام الفقیہ ابوجعفر الھندوانی لا افتی بھذا وان روی عن ابی حنیفۃ اھ[1] قالہ فی الفاتحۃ قال الشیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی والد السید العارف عبد الغنی النابلسی فی حاشیتہ علی الدرر لم یرد الھندوانی رد ھذہ الروایۃ بل قال ذلك لما یتبادر الی ذھن من یسمعہ من الجنب من غیر اطلاع علی نیۃ قائلہ من جوازہ منہ وکم من قول صحیح لا یفتی بہ خوفا من محذور اٰخر ولم یقل لا اعمل بہ کیف وھو مروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ[2]۔

یہی اس کا معنی ہے جو امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا کہ میں اس پر فتوٰی نہیں دیتا اگرچہ یہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے اھ۔ یہ بات انہوں نے سورۂ فاتحہ سے متعلق فرمائی۔ شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی، سیدی العارف عبدالغنی نابلسی کے والد گرامی اپنے حاشیۂ درر میں فرماتے ہیں: امام ہندوانی کا مقصد اس روایت کی تردید نہیں، بلکہ یہ انہوں نے اس خیال سے فرمایا ہے کہ جو اس جنابت والے کی نیت جانے بغیر اس سے سنے گا تو اس کا ذہن اس طرف جائے گا کہ بحالت جنابت تلاوت جائز ہے۔ اور بہت ایسی صحیح باتیں ہوتی ہیں جن پر کسی اور خرابی کی وجہ سے فتوٰی نہیں دیا جاتا۔ انہوں نے یہ نہ فرمایا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وقیدت بالجھر وکونہ عند من یعلم من العوام انہ جنب لان المحذور انما یتوقع فیہ وھذا محمل حسن جدا وما بحث

اقول میں نے باآواز بلند پڑھنے کی قید لگائی اور یہ کہ اُن عوام کے سامنے جن کو اس کا جُنب ہونا معلوم ہو اس لئے کہ خرابی کا اندیشہ اسی صورت میں ہے ــــ اور یہ کلام ابوجعفر

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " " "

البحر تبعا للحلیۃ فسیأتی جوابہ وما احلی قول الشیخ اسمٰعیل انہ مروی عن الامام وکیف یرد ما قالت خدام۔

کا بہت نفیس مطلب ہے۔ اور بحر نے بہ تبعیت حلیہ جو بحث کی ہے آگے اس کا جواب آرہا ہے۔ اور شیخ اسمٰعیل کا یہ جملہ کتنا شیریں ہے کہ یہ امام سے مروی ہے اور خدام کا کلام اس کی تردید میں کیسے ہو سکتا ہے؟

ثانیًا آیت طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہو جس سے نماز میں فرض قراءت مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ امام قدوری و امام زیلعی پر ادا ہو جائے جس کے پڑھنے والے کو عرفًا تالی قرآن کہیں جنب کو بہ نیتِ قرآن اُس سے ممانعت محلِ منازعت نہ ہونی چاہیے۔

اقول کیف وھو قراٰن حقیقۃ وعرفا فیشملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیأ من القراٰن رواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ وحسنہ المنذری وصححہ النووی کما فی الحلیۃ۔

اقول اس میں نزاع کیوں ہو جبکہ یہ حقیقۃً وعرفًا قرآن ہے تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد قطعًا اسے شامل ہے: "جنب اور حائض قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں" اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا، اور منذری نے اسے حسن اور امام نووی نے صحیح کہا، جیسا کہ حلیہ میں ہے۔

قطعًا کون کہہ سکتا ہے کہ آیۂ مداینت کے اول سے یٰایھا الذین اٰمنوا یا آخر سے لفظ علیم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے زائد کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جنب کو اجازت ہے۔ رد المحتار میں ہے:

لوکانت طویلۃ کان بعضھا کاٰیۃ

آیت اگر طویل ہو تو اس کا بعض حصہ ایک آیت

ف: مسئلہ کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی الجنب والحائض حدیث ۱۳۱ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۲
سنن ابن ماجۃ " باب ما جاء فی قراءۃ القرآن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴

www.alahazratnetwork.org

لانها تعدل ثلث أيات ذكره في الحلية عن شرح الجامع لفخر الاسلام[1] اھ

کے حکم میں ہوگا اس لئے کہ پوری آیت تین آیتوں کے برابر ہے، اسے حلیہ میں فخر الاسلام کی شرح جامع صغیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اھ (ت)

اقول ذهب قدس سره الى مصطلح الفقهاء ان الطويلة هي التي يتأدى بها واجب ضم السورة وهي التي تعدل ثلث أيات ولكن (ف۱) ارادة هذا المعنى غير لازم هٰهنا اذ المناط كون المقروء قدر ما يتأدى به فرض القراءة عند الامام وهو الذي يعدل أية فلو كانت أية تعدل أيتين عدل نصفها أية فينبغي ان يدخل تحت النهي قطعا وقس عليه۔

اقول حضرت موصوف قدس سرہٗ اصطلاحِ فقہا کی طرف چلے گئے کہ لمبی آیت وہ ہے جس سے واجبِ نماز، ضمِ سورہ کی ادائیگی ہوجائے اور یہ وہ ہے جو تین آیتوں کے برابر ہو۔ لیکن یہاں پر یہ معنی مراد لینا ضروری نہیں اس لئے کہ مدارِ حرمت اس پر ہے کہ جتنے حصے کی تلاوت ہو وہ اس قدر ہو جس سے حضرت امام کے نزدیک فرضِ قرات ادا ہوجاتا ہے اور یہ وہ ہے جو ایک آیت کے برابر ہو، تو پوری آیت اگر دو آیتوں کے برابر ہے تو اس کا نصف ایک آیت کے برابر ہوگا تو اسے نہی کے تحت قطعاً داخل ہونا چاہئے۔ اور مزید اسی پر قیاس کرلو۔

وكيف (ف۲) يستقيم ان لا يجوز تلاوة ثلث أية تعدل ثلث أيات لكونه يعدل أية ويجوز تلاوة

اور یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ تین آیت کے مساوی ایک آیت کے تہائی حصہ کی تلاوت جائز نہیں اس لئے کہ وہ ایک آیت کے

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل خويدم ذليل على خدام الامام الجليل فخر الاسلام ثم الحلية وش۔

ف۲: تطفل أخر عليهم۔

---

[1] رد المحتار — كتاب الطهارة — دار احياء التراث العربي بيروت — ۱/۱۱۶

البحر الرائق — باب الحيض — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۹۹

آية تعدل اٰيتين بترك حرف منها مع انه يقرب قدر اٰيتين فتبصر۔

برابر ہے۔ اور دو آیتوں کے مساوی ایک آیت کی تلاوت اس کا کوئی حرف چھوڑ کر جائز ہے؟ حالاں کہ وہ تقریباً دو آیت کے برابر ہے۔ تو بصیرت سے کام لو۔ (ت)

ہاں جو پارہ آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اس کے پڑھنے کو قراءتِ قرآن نہ سمجھیں اُس سے فرض قراءتِ یک آیت ادا نہ ہوا اُتنے کو بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے، امام کرخی منع فرماتے ہیں، امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحبِ ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے اپنے فتاوی میں اسی کی تصحیح فرمائی، ہدایہ و کافی وغیرہما میں اسی کو قوت دی، درمختار میں اسی کو مختار کہا، حلیہ و بحر میں اسی کو ترجیح دی، تحفہ و بدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا، اور امام طحاوی اجازت دیتے ہیں خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسی کی تصحیح کی، امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسی کی توجیہ کی، اور زاہدی نے اس کو اکثر کی طرف نسبت کیا۔ غرض یہ دو قول مرجح ہیں،

www.alahazratnetwork.org

اقول اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے۔

اولاً اکثر تصحیحات اُسی طرف ہیں۔

ثانیاً اُس کے مصححین کی جلالت قدر جن میں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جن کی نسبت تصریح ہے کہ اُن کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔

ثالثاً اُسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب۔

رابعاً اکثر ائمہ اُسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر[1] (عمل اسی پر ہوگا جس پر اکثر ہوں۔ ت) اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحبِ تحفۃ الفقہاء و امام اجل ملک العلماء صاحبِ بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی۔

ف: مسئلہ صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ فصل فی البئر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۵۱

خامساً اطلاق احادیث بھی اُسی طرف ہے کہ فرمایا جنب وحائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

سادساً خاص جزئیہ کی تصریح میں امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں:

اقرؤا القراٰن مالم یصب احدکم جنابۃ فان اصابہ فلا ولا حرفا واحدا۔ رواہ الدارقطنی[1] وقال ھو صحیح عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قرآن پڑھو جب تک تمھیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجتِ غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا اور کہا یہی صحیح ہے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت)

سابعاً وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے، امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لم یفصل فی الکتاب بین الاٰیۃ ومادونھا وھو الصحیح[2] اھ۔

امام محمد نے کتاب میں آیت اور آیت سے کم حصہ میں کوئی تفریق نہ رکھی اور یہی صحیح ہے اھ (ت)

بخلاف قولِ دوم کہ روایت نوادر ہے۔

رواھا ابن سماعۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ کما ذکرہ الزاھدی۔

اسے ابن سماعہ نے حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ زاہدی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

ثامناً قوتِ دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب۔

ویظھر ذٰلک بالکلام علی ما استدلوا بہ للامام الطحاوی فاعلم انہ وجہہ رضی الدین فی محیطہ والامام فخرالاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الاٰیۃ

یہ ان دلیلوں پر کلام سے ظاہر ہوگا جن سے اُن مرجحین نے امام طحاوی کی حمایت میں استدلال کیا ہے۔ اب واضح ہو کہ محیط میں رضی الدین نے اور شرح جامع صغیر میں امام فخرالاسلام نے مذہب امام طحاوی کی توجیہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ مادون الاٰیۃ (جو حصہ ایک آیت سے کم ہے اس

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الطہارۃ باب فی النہی للجنب والحائض حدیث ۱۸/ ۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳ و ۲۹۴

[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خاں

ویجری مثلہ فی محاورات الناس وکلامہم فتمکنت فیہ شبہۃ عدم القراٰن ولہٰذا لاتجوز الصلوٰۃ بہ[1] اھ۔

میں نظم ومعنی دونوں میں قصور وکمی ہے۔ اوراس طرح کی عبارت لوگوں کی بول چال اور گفتگو میں بھی آتی رہتی ہے تواس میں عدم قرآن کا شبہہ جاگزیں ہوجاتا ہے اوراسی لئے اتنے حصہ سے نماز جائز نہیں ہوتی اھ (ت)

اقول اولا لم یصل فہمی القاصر الٰی قصور النظم والمعنی فیمادون الاٰیۃ فبعض اٰیۃ ربمایکون جملۃ تامۃ مستقلۃ بالافادۃ کقولہ تعالٰی واصبر[2] واٰیۃ تامۃ لاتکون کذٰلک کقولہ تعالٰی اذاجاء نصر اللہ والفتح[3] ھذا فی المعنی والنظم یتبعہ وان ارید التحدی فلیس الابنحو اقصر سورۃ لابکل اٰیۃ اٰیۃ فابلغ ماورد بہ التحدی قولہ تعالٰی فاتوا بسورۃ من مثلہ[4]۔

اقول اولا مادون الاٰیۃ میں نظم ومعنی کے قصور وکمی تک میرے فہم قاصر کی رسائی نہ ہوسکی۔ اس لئے کہ جزء آیت کبھی پورا جملہ اور افادہ معنی میں مستقل ہوتا ہے جیسے باری تعالٰی کا ارشاد: واصبر (اور صبر کر) اور کبھی پوری آیت ایسی نہیں ہوتی جیسے ارشاد باری تعالٰی ہے: "جب خدا کی مدد اور فتح آئے"۔ یہ گفتگو معنی سے متعلق ہوئی اور نظم اسی کے تابع ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مادون الاٰیۃ سے مقابلے کا چیلنج نہیں تو چیلنج تو صرف سب سے مختصر سورہ کے مثل سے ہے ہر ہر آیت سے نہیں کیونکہ سب سے زیادہ مبالغہ کے ساتھ جو تحدی (چیلنج) وارد ہے وہ یہ ارشاد ربانی ہے: "تو اس کے مثل کوئی سورہ لے آؤ"۔

www.alahazratnetwork.org

ف: تطفل ثالث علٰی خدام الامام فخر الاسلام وعلی الامام رضی الدین السرخسی۔

---

[1] البحرالرائق بحوالہ المحیط کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۱۱۰/ ۱

[4] " ۲/ ۲۳

وثانیا [ف۱] ب ایة تامة تجری الفاظها علی الالسنة فی محاورات الناس کقولہ تعالٰی ثم نظر [۱] وقولہ تعالٰی لم یلد [۲] وقولہ تعالٰی ولم یولد [۳] علی انھما ایتان وقولہ تعالٰی مدھامتان [۴]

وثالثا [ف۲] جریانہ فی تحاور الناس انما یورث الاشتباہ علی السامع انہ جری علی لسانہ وافق لفظہ نظم القراٰن او قصد قراءۃ القراٰن فتتمکن الشبھۃ عند السامع اما ھو فالانسان علی نفسہ بصیرۃ فاذا قصد التلاوۃ فلا معنی للاشتباہ عندہ و انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی [۵] والاشتباہ عند السامع

ثانیاً بہت سی پُوری آیتیں بھی ایسی ہیں جن کے الفاظ لوگوں کی بول چال میں زبانوں پر آتے رہتے ہیں جیسے ارشادِ باری تعالٰی : "ثم نظر" پھر دیکھا ---- اور ارشادِ حق تعالٰی : "لم یلد" وہ والد نہیں۔ اور اس کا ارشاد : "ولم یولد" اور وہ مولود نہیں۔ باوجودے کہ یہ دو آیتیں ہیں ---- اور اس کا ارشاد : "مدھامتان"۔

ثالثاً لوگوں کی گفتگو میں اس کے جاری ہونے سے صرف سامع پر اشتباہ ہوتا ہے کہ بولنے والے کی زبان پر وہ عبارت یوں آگئی جس کے الفاظ نظمِ قرآن کے موافق ہوگئے یا اس نے قرآن پڑھنے کی نیت کی ہے، تو سننے والے کے نزدیک شبہہ جاگزیں ہوجاتا ہے۔ رہا اُس عبارت کو ادا کرنے والا تو انسان اپنے متعلق پوری طرح آشنا ہوتا ہے اگر واقعی اس کی نیت تلاوت کی ہے تو اس کے نزدیک اشتباہ کا کوئی معنی نہیں ---- " اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی " ---- اور

ف۱ : تطفل رابع علیہ وثان علی السرخسی۔

ف۲ : تطفل خامس علیہ وثالث علی السرخسی۔

---

[۱] القرآن الکریم ۷۴/۲۱
[۲] القرآن الکریم ۱۱۲/۳
[۳] " ۱۱۲/۳
[۴] " ۵۵/۶۴
[۵] الصحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

www.alahazratnetwork.org

لاینفی مایعلمہ من نفسہ۔

سامع کا اشتباہ اُس علم کی نفی نہیں کر سکتا جو قاری کو خود اپنی ذات سے متعلق حاصل ہے۔

وکانہ لاجل ھذا عدل المحقق علی الاطلاق فی الفتح عن ھذا التقریر واقتصر علی ماحط علیہ کلامھما اخراوھو عدم جواز الصلٰوۃ بہ حیث قال وجہہ ان مادون الاٰیۃ لایعد بہ قارئا قال تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن کما قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرأ الجنب القراٰن فکما لایعد قارئا بمادون الاٰیۃ حتی لاتصح بھا الصلٰوۃ کذا لایعد بھا قارئا فلا یحرم علی الجنب و الحائض اھ۔[1]

شاید اسی لئے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تقریر سے ہٹ کر صرف اُس پر اکتفا کی جو صاحبِ محیط و امام فخر الاسلام کے آخر کلام میں واقع ہے وہ یہ کہ اس قدر سے نماز نہیں ہوتی۔ حضرت محقق لکھتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مادون الاٰیۃ پڑھنے والے کو قرارت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے: "تو قرآن سے جو میسر آئے پڑھو"۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جنابت والا قرآن کی قرارت نہ کرے"۔ تو جیسے مادون الاٰیۃ پڑھنے سے اس کو قرارت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا کہ اتنے سے نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح یہاں بھی اتنے حصے سے اس کو قرارت کرنے والا شمار نہ کیا جائیگا تو اتنا پڑھنا جنب و حائض پر حرام نہ ہوگا اھ۔

وردہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ تبعا للامام النسفی فی الکافی باطلاق الحدیث من دون فصل بین قلیل وکثیر قالا "وھو تعلیل فی مقابلۃ النص فیرد لان شیئا نکرۃ فی موضع النفی

اسے محقق حلبی نے حلیہ میں کافی امام نسفی کی تبعیت میں رَد کر دیا کہ حدیث مطلق ہے اس میں قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں، یہ نص کے معاملہ میں تعلیل ہے اس لئے قابلِ قبول نہیں کیونکہ حدیث (لایقرأ الجنب والحائض شیأ من القراٰن) میں شیأ

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ باب الحیض والاستحاضۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۴۸

فتعم ومادون الاٰیۃ قراٰن فیمتنع کالاٰیۃ[1] اھ وتبعھما البحر ثم ش۔

مقام نفی میں نکرہ ہے اس لئے وہ عام ہوگا اور ما دون الاٰیۃ بھی قرآن ہے تو اس کا پڑھنا بھی ناجائز ہوگا جیسے پوری آیت کا پڑھنا اھ۔ اس تردید میں ان دونوں حضرات کی پیروی بحر پھر شامی نے بھی کی ہے۔

ورأیتنی علقت علیہ مانصہ

میں نے دیکھا اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا:

اقول المحقق لایقیس المسألۃ علی المسألۃ بل یرید ان الاحادیث انما حرمت علی الجنب قراءۃ القراٰن وقد علمنا ان قراءۃ مادون الاٰیۃ لاتعد قراءۃ القراٰن شرعا والا لجازت بہ الصلوٰۃ لان قولہ تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن قد فرض القراءۃ من دون فصل بین قلیل وکثیر مع تاکید الاطلاق بما تیسر وحینئذ لاحجۃ لکم فی اطلاق الاحادیث فافھم[2]

اقول حضرت محقق مسئلہ کا مسئلہ پر قیاس نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ احادیث نے جنب پر قراءتِ قرآن حرام کی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ مادون الاٰیۃ (آیت سے کم حصہ) کو پڑھنا، شرعاً قراءتِ قرآن شمار نہیں ہوتا ورنہ اس سے نماز ہوجاتی۔ اس لئے کہ ارشادِ باری تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن (تو قراءت کرو جو بھی قرآن سے میسر آئے) نے قراءت فرض کی، جس میں قلیل وکثیر کا کوئی فرق نہیں، ساتھ ہی ماتیسر (جو بھی میسر آئے) کے اطلاق کی تاکید بھی ہے، جب ایسا ہے تو اطلاق احادیث میں بھی تمہارے لئے حجت نہیں، تو اسے سمجھو۔

ثم لما قال الدر لوقصد

پھر درمختار کی عبارت ہے، اگر سکھانے

ف: تطفل علی الحلیۃ والبحر وش۔

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹

[2] جدالممتار علی ردالمحتار ″ المجمع الاسلامی مبارکپور ہند ۱/۱۱۷

التعلیم ولقن کلمۃ کلمۃ حل فی الاصح[1] وکتب علیہ ش ھذا علی قول الکرخی وعلی قول الطحاوی تعلم نصف اٰیۃ نہایۃ وغیرھا و نظر فیہ فی البحر بان الکرخی قال باستواء الاٰیۃ ومادونھا فی المنع واجاب فی النھر بان مرادہ بمادونھا مابہ یسمی قارئا وبالتعلیم کلمۃ کلمۃ لایعد قارئا[2] اھ اھ۔

کا قصد ہو اور ایک ایک کلمہ بول کر سکھائے تو برقولِ اصح جائز ہے۔ اس پر علامہ شامی نے لکھا: یہ حکم امام کرخی کے قول پر ہے۔ اور امام طحاوی کے قول پر نصف آیت سکھائے ۔ نہایہ وغیرہا۔ اس پر بحر نے یہ کلام کیا کہ امام کرخی کے نزدیک آیت اور مادون الآیۃ یہ دونوں ہی عدمِ جواز میں برابر ہیں۔ نہر میں اس کا یہ جواب دیا کہ مادون الآیہ سے ان کی مراد اس قدر ہے جتنے سے اس کو قرارت کرنے والا کہا جاسکے اور ایک ایک کلمہ سکھانے سے اس کو قرارت کرنے والا شمار نہ کیا جائے گا اھ اھ۔

کتبت علیہ اقول ھذا یؤید کلام المحقق فانکم الضالم تنظروا ھھنا الی ان الاحادیث لم تفصل بین القلیل والکثیر وانما مفزعکم فیہ الی ان من قرأ کلمۃ لایعد قارئا مع ان تلک الکلمۃ ایضا بعض القراٰن قطعا فکذٰلک ھم یقولون ان من قرأ مادون الاٰیۃ لایعد قارئا ایضا والا لکان ممتثلا لقولہ

اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا: اقول اس سے کلام محقق کی تائید ہوتی ہے۔ اسی لئے کہ یہاں آپ حضرات کی نظر بھی اس طرف نہیں کہ احادیث میں قلیل وکثیر کے درمیان کوئی تفریق نہیں بلکہ یہاں آپ نے صرف اس کا سہارا لیا ہے کہ جس نے ایک کلمہ پڑھا اسے قاری شمار نہیں کیا جاتا باوجودے کہ وہ کلمہ بھی قطعاً بعضِ قرآن ہے۔ اسی طرح وہ حضرات بھی کہتے ہیں کہ جس نے مادون الآیہ پڑھا اسے بھی قرارت کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا ورنہ وہ ارشادِ

ف: تطفل علی النھر وش۔

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی فاقرؤا ما تیسر منه ولزم جواز الصلٰوۃ بما دون الاٰیة[1] بالمعنی المذکور وھو خلاف ما اجمعنا علیه اھ۔

باری تعالٰی فاقرؤا ما تیسر منه کی بجا آوری کرنے والا قرار پاتا اور مادون الآیہ بمعنی مذکور سے نماز کا جواز لازم ہوتا ــــ حالاں کہ یہ ہمارے اور آپ کے اجماعی حکم کے برخلاف ہے اھ۔

ثم لما قال ش بقی ما لو کانت الکلمة اٰیة[12] کٓھٰیٰعٓصٓ وقٓ نقل نوح افندی عن بعضھم انه ینبغی الجواز اقول وینبغی عدمه فی مدھامّتان تامّل[2] اھ۔

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں : یہ صورت رہ گئی کہ اگر وہ کلمہ پوری ایک آیت ہو جیسے صٓ اور قٓ تو کیا حکم ہے؟ علامہ نوح آفندی نے بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ جواز ہونا چاہئے۔ میں کہتا ہوں اور مدھامّتان میں عدمِ جواز چاہئے ــ تامل کرو اھ۔

کتبت علیه اقول ووجهه[ف] علی ذلك ظاھر[13] فانه لایعد بھذا قارئا والالجازت الصلٰوۃ به وبه یظھر وجه ما بحث العلامة المحشی فی "مدھامّتان" فانه تجوز به الصلٰوۃ عند الامام علی ما مشی علیه ملك العلماء فی البدائع والامام الاسبیجابی فی شرح المختصر وشرح الجامع الصغیر من دون حکایة

اس پر میں نے یہ حاشیہ لکھا : اقول اُس قول کی بنیاد پر اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ وہ اتنی مقدار پڑھنے سے قراءت کرنے والا شمار نہ ہوگا ورنہ اس سے نماز جائز ہوتی۔ اور اسی سے اس کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو علامہ شامی نے مدھامّتان میں بحث کی ہے کیونکہ اس سے حضرت امام کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پر بدائع میں ملک العلماء اور شرح مختصر و شرح جامع صغیر میں امام اسبیجابی گئے ہیں اور مذہب امام

ف : معروضة اخری علی العلامة ش۔

---

[1] جد الممتار علی رد المحتار کتاب الطہارۃ المجمع الاسلامی مبارکپور، ہند ۱/۱۱۸

[2] رد المحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

خلاف فیہ علی مذھب الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ وکل ذلك یؤید ماقدمنا فی تقریر کلام المحقق اھ ماعلقت علیہ[1]۔

وھذا کلہ کلام معھم علی ما قررواوانا اقول وباللہ التوفیق انما توجہ ھذا علی کلام النھر وش لانھما حملا مذھب الکرخی علی ما اٰل بہ الی قول الطحاوی فانا اثبتنا عرش التحقیق ان مایعد بہ قارئا لایجوز وفاقا ولو بعض اٰیۃ وقد شھد بہ کلام اولئك الاعلام الثلثۃ الموجھین قول ابی جعفر کما سمعت وھذا فخرالاسلام المختار قولہ مصرحا بعدم جواز بعض اٰیۃ طویلۃ یکون کاٰیۃ فان کان ابوالحسن ایضا لایمنع الامایعد بہ قارئا لم یبق

رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اس میں کسی خلاف کی کوئی حکایت بھی نہیں ــــ ان سب سے اُس بیان کی تائید ہوتی ہے جو ہم نے کلام محقق علیہ الرحمہ کی تقریر میں پیش کیا اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔

یہ سب ان حضرات کی تقریرات کے مطابق ان کے ساتھ کلام تھا۔ اور میں کہتا ہوں۔ وباللہ التوفیق ــــ یہ اعتراض نہر وشامی کے کلام پر صرف اس لئے متوجہ ہوا کہ ان حضرات نے مذہب امام کرخی کو ایسے معنی پر محمول کیا جس سے وہ امام طحاوی کے قول کی طرف راجع ہوگیا ــــ ہم نے تو قصر تحقیق کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ جتنے سے بھی اسے قرأت کرنے والا شمار کیا جائے اس کا پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں اگرچہ وہ بعض آیت ہی ہو۔ اور اس پر امام ابوجعفر طحاوی کے قول کی توجیہ فرمانے والے اُن تینوں بزرگوں (فخر الاسلام، رضی الدین، حضرت محقق) کا کلام بھی شاہد ہے جیسا کہ ہم نے پیش کیا ــــ امام طحاوی کا قول اختیار کرنے والے یہ فخر الاسلام ہیں جو اس بات کی تصریح فرمارہے ہیں کہ کسی لمبی آیت کا اتنا حصّہ جو ایک آیت کی طرح ہو، پڑھنا جائز نہیں ــــ تو

ف: تطفل اٰخر علی النھر وثالث علی ش۔

[1] جدالممتار علی ردالمحتار کتاب الطہارۃ المجمع الاسلامی مبارکپور (ہند) ۱/۱۱۸

الخلاف فالصحیح ما نص علیه فی الحلیة وتبعه البحران منع الکرخی مبنی علی صرافة ارساله ومحوضة اطلاقه بعد ان تکون القراءة بقصد القراٰن وقد سمعت نص امیر المؤمنین المرتضٰی رضی اللّٰه تعالٰی عنه ولا حرفا واحدا۔

اگر امام ابو الحسن کرخی بھی صرف اسی کو ناجائز کہتے ہیں جس سے اس کو قرارت کرنے کا شمار کیا جائے تب تو کوئی اختلاف ہی نہیں رہ جاتا۔ توصحیح وہ ہے جس کی تصریح صاحبِ حلیہ نے فرمائی اور بحر نے ان کا اتباع کیا کہ امام کرخی کی ممانعت اپنے خالص اطلاق وعدمِ تقیید پر باقی ہے اس شرط کے ساتھ کہ قرارت بہ نیتِ قرآن ہو اور امیر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص سُن چکے کہ بحالتِ جنابت "ایک حرف بھی نہ پڑھو"۔

قال فی الحلیة المذکور فی النهایة وغیرها اذا حاضت المعلمة فینبغی لها ان تعلم الصبیان کلمة کلمة وتقطع بین الکلمتین علی قول الکرخی وعلٰی قول الطحاوی تعلم نصف اٰیة انتهی، قال قلت وفی التفریع المذکور علی قول الکرخی نظر فانه قائل باستواء الاٰیة وما دونها فی المنع اذا کان بقصد القراٰن کما تقدم فهی حینئذ عنده ممنوعة من ذکر الکلمة بقصد القراٰن لصدق ما دون الاٰیة علیها وهذا اذا لم تکن الکلمة اٰیة فان کانت کمدهامّتان فالمنع اظهر

حلیہ میں کہا، نہایہ وغیرہا میں مذکور ہے کہ جب معلّمہ حائض ہو تو اسے چاہئے کہ بچوں کو ایک ایک کلمہ سکھائے اور دو کلموں کے درمیان فصل کر دے، یہ حکم امام کرخی کے قول پر ہے۔ اور امام طحاوی کے قول پر یہ ہے کہ نصف آیت سکھائے، انتہی ــــ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں امام کرخی کے قول پر تفریع مذکور محلِ نظر ہے اس لئے کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ آیت اور ما دون الآیہ دونوں ہی کو بقصدِ قرآن پڑھنا منع ہے جیسا کہ گزرا، تو ان کے نزدیک حائضہ کو بقصدِ قرآن ایک کلمہ بھی زبان پر لانے سے ممانعت ہوگی اس لئے کہ ما دون الآیۃ اس پر بھی صادق ہے۔ یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ ایک کلمہ کامل آیت نہ ہو، اگر ایسا ہو جیسے مدھامّتان ۰ تو ممانعت اور زیادہ ظاہر ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فان قلت لعل مراد هذا القائل التعلیم المذکور بنیة غیر قراءۃ القراٰن قلت ظاهر ان الکرخی حینئذ لیس بمشترط ان یکون ذلك کلمة کلمة بل یجیزہ ولو اکثر من نصف اٰیة بعد ان لایکون اٰیة نعم لعل التقیید بالکلمة لکونه الغالب فی التعلیم اولان الضرورة تندفع فلا حاجة الی فتح باب المزید علیه[1] اھ۔

اگر یہ سوال ہو کہ شاید اس قائل کی مراد یہ ہو کہ تعلیم مذکور قراءتِ قرآن کے علاوہ کسی اور نیت سے ہو۔ تو میں کہوں گا ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں امام کرخی ایک ایک کلمہ ہونے کی شرط نہیں رکھتے بلکہ اسے جائز کہتے ہیں اگرچہ نصف آیت سے زیادہ ہو، اس کے بعد کہ پوری آیت نہ ہو۔ ہاں ایک ایک کلمہ کی قید شاید اس لئے ہو کہ سکھانے میں عموماً یہی ہوتا ہے یا اس لئے کہ اتنے سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو اس سے زیادہ کا دروازہ کھولنے کی حاجت نہیں اھ۔

اقول وله[عـه] ملمح ثالث مثل الاول او احسن وھو ان المرکب من کلمتین ربما لاتجد فیه نیة غیر القراٰن کقوله تعالٰی انا اللّٰه[2] وقوله تعالٰی فاعبدنی[3] وقوله تعالٰی عصٰی اٰدم[4] فان من قاله فی غیر التلاوة

اقول اس کی ایک تیسری صورت بھی ہے جو اول کے مثل یا اس سے بھی خوب تر ہے۔ وہ یہ کہ دو کلموں کے مرکب میں بارہا ایسا ہوگا کہ غیر قرآن کی نیت ہی نہ ہو پائے گی جیسے ارشادِ باری تعالٰی: اَنَا اللّٰه (میں خدا ہوں) اور یہ ارشاد: فاعبدنی (تو میری عبادت کر) اور یہ فرمان: عصی اٰدم، کہ غیر تلاوت میں

[عـه] ذکرته مماشاة وسیأتی ان الوجه عندی الثانی اھ منه۔

[عـه] میری یہ روش ہم قدمی کے طور پر ہے ورنہ آگے ذکر ہوگا کہ میرے نزدیک با وجہ ثانی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[4] 〃 〃 ۲۰/ ۱۲۱

فقد غوی، بخلاف المفردات القراٰنیة فلیس شیئ منہا بحیث یتعین للقراٰنیة ولا یصلح الدخول فی مجاری المحاورات الانسانیة فذکر ما ھو اعم و اکفی ولا یحتاج الی ادراک المعنی ولا غائلة فیه اصلاحتی للجہال لاسیما النساء المخدرات فی الجہال۔

جو اس طرح کیے گمراہ ہوجائے، اور قرآنی مفردات میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کا قرآن ہونا ہی متعین ہو اور انسانی بول چال کے مقامات میں آنے کے قابل نہ ہو تو وہ ذکر کیا جو زیادہ عام اور زیادہ کافی ہو اور جس میں ادراکِ معنی کی حاجت نہ ہو اور اس میں کوئی خرابی نہیں یہاں تک کہ جُہّال خصوصًا پردہ نشین عورتوں کے لئے بھی۔

وھٰذا کما تری کلام حسن (ای ما افادہ فی الحلیة ۱۲) من الحسن بمکان غیر انی اقول ف لا وجه لقوله بعد ان لا یکون اٰیة فان ما کان بنیة غیر القراٰن لا یتقید بما دون اٰیة کما تقدم وکل من اٰیة وما دونہا قد یصلح لنیة غیرہ وقد لا کاٰیة الکرسی والابعاض التی تلونا فما صلح صح ولو اٰیة وما لا فلا ولو دونہا۔

صاحبِ حلیہ نے جو افادہ کیا بہت عمدہ و باوقعت کلام ہے مگر یہ کہ میں کہتا ہُوں" اس کے بعد کہ پُوری آیت نہ ہو" یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لئے کہ جو غیرِ قرآن کی نیت سے ہو اس میں یہ قید نہیں کہ ایک آیت سے کم ہو اور آیت وما دون الاٰیة ہر ایک کبھی غیرِ قرآن کی نیت کے قابل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جیسے آیۃ الکرسی، اور وہ بعض ٹکڑے جو ہم نے تلاوت کئے۔ تو جو غیرِ قرآن کی نیت کے قابل ہوجائے اس کا پڑھنا صحیح ہے اگرچہ ایک آیت ہو اور جو ایسا نہ ہو اسے پڑھنا درست نہیں اگرچہ ایک آیت سے کم ہو۔

وما بحث فی الفاتحة وعدم تغیرھا بنیة الثناء والدعاء ان الخصوصیة القراٰنیة لازمة لہا قطعا کیف لا و

اور صاحبِ حلیہ نے سورۂ فاتحہ سے متعلق جو بحث کی ہے اور کہا ہے کہ ثنا و دُعا کی نیت سے اس میں تغیر نہیں ہوتا اس لئے کہ خصوصیت قرآنیہ اسے قطعًا لازم ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ

ف: تطفل علی الحلیة۔

ھو معجز یقع بہ التحدی فلا یجری فی کل اٰیۃ کما لا یخفی فلا ادری ما الحامل لہ علی التقیید بہا مع انہ ھو الناقل[ف۱] عن الخلاصۃ معتمدا علیہ جوازہ مثل ثم نظر و لم یولد، ثم بحثہ فی مثل الفاتحۃ وان کان لہ تماسک فما کان لبحث ان یقضی علی النص۔

ثم[ف۲] ما ذکرہ ھھنا سؤالا وترجیا ان مراد الکرخی فی التعلیم ما اذا نوی غیر القراٰن قد جزم بہ من قبل قائلا "ینبغی ان یشترط فیہ (ای فی التعلیم) ایضا عدم نیۃ القراٰن لما سنذکرہ عن قریب معنی واثرا اھ"[1] وقال عند قول الماتن "لا یکرہ التہجی بالقراٰن والتعلیم للصبیان حرفا حرفا" ھذا انما یظہر اذا لم ینو بہ القراٰن اما اذا نواہ بہ فانہ یکرہ اھ[2]

یہ وہ قدر معجز ہے جس سے تحدی واقع ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ بحث ہر آیت میں جاری نہیں ہوتی تو پتہ نہیں کہ آیت کی قید لگانے پر ان کے لئے باعث کیا ہے (یعنی ان کے اس قول میں، اس کے بعد کہ پوری آیت نہ ہو) باوجودے کہ خلاصہ سے انھوں نے اعتماد کے ساتھ خود ہی نقل کیا ہے کہ ثم نظر اور لم یولد کے مثل میں جواز ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ کے مثل میں ان کی بحث کو اگر کچھ سہارا بھی مل جائے تو بھی کوئی بحث، نص کے خلاف فیصلہ نہیں کرسکتی۔

پھر یہاں سوال اور شاید کے طور پر جو بات ذکر کی ہے کہ "تعلیم میں امام کرخی کی مراد غیر قرآن کا قصد ہونے کی صورت میں ہے" اس کو اس سے پہلے بطور جزم بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تعلیم میں بھی نیتِ قرآن نہ ہونا چاہئے اس کی وجہ ہم معنٰی و اثر کے لحاظ سے آگے بیان کریں گے اھ۔ ماتن کی عبارت تھی: "قرآن کی تہجی اور بچوں کو ایک ایک حرف سکھانا مکروہ نہیں" اس پر حلیہ میں لکھا: بظاہر یہ حکم اسی صورت میں ہے جب نیتِ قرآن نہ ہو اور اگر اس سے قرآن کی نیت ہو تو مکروہ ہے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل اٰخر علیہا۔

ف۲: مسئلہ تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب و حائض کو کافی نہیں۔

---

۱ و ۲ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اقول وھذا ھو الحق الناصع فمجرد نیة التعلیم غیر مغیر فما تعلیم شیئ الا القاؤہ علی غیرہ لیحصل لہ العلم بہ فاذا قرأ و نوی تعلیم القرأن فقد اراد قراءۃ القرأن لیلقیہ ویلقنہ فنیة التعلیم لایغیرہ بل یقررہ فماوقع[1] فی الدرالمختار من عدہ نیة التعلیم فی نیات غیر القرأن لیس فی محلہ فلیتنبہ۔

فان قلت نیة التعلیم ان لم تکن مغیرۃ فما بال فتح المصلی علی غیر امامہ یفسد صلوتہ وما ھو الا التعلیم وقراءۃ القرأن لاتفسد الصلوۃ

قلت لیس الفساد لان القرأن تغیر بنیة الفتح بل لان الفتح[2] علی غیر الامام لیس من اعمال الصلوۃ وھو عمل کثیر فیفسد الاتری[3] ان المصلی ان قیل لہ

اقول یہی بے داغ، خالص حق ہے۔ تو صرف نیتِ تعلیم سے کوئی تغیر نہیں ہوتا کیوں کہ کسی شَے کی تعلیم یہی ہے کہ اس شے کو دوسرے کے سامنے اس لئے پیش کرے کہ اُسے اس کا علم حاصل ہوجائے۔ تو جب اس نے پڑھا اور تعلیم قرآن کی نیت کی تو یہ متحقق ہوگیا کہ دوسرے کو بتانے سکھانے کے لئے اس نے قرآن پڑھنے کا قصد کیا۔ تو نیتِ تعلیم سے نیتِ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ اس کی اور تائید و تاکید ہوتی ہے —— تو درمختار میں نیتِ تعلیم کو غیر قرآن کی نیتوں میں شمار کرانا بے جا ہے، اس پر متنبہ رہنا چاہیے۔

اگر سوال ہو کہ جب نیتِ تعلیم سے کوئی تغیر نہیں ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ نمازی اگر اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دے دے تو اس کی نماز فاسد ہوجاتی ہے حالاں کہ وہ بھی تعلیم ہی ہے اور قراءتِ قرآن مفسدِ نماز نہیں،

میں کہوں گا فسادِ نماز کا سبب یہ نہیں ہے کہ لقمہ دینے کی نیت سے قرآن میں تغیر ہوگیا بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ غیر امام کو لقمہ دینا اعمالِ نماز میں نہیں، اور یہ عمل کثیر ہے اس لئے نماز کو فاسد کردے گا۔ دیکھو اگر مصلّی سے کہا جائے فلاں

---

[1] تطفل علی الدرالمختار

[2] مسئلہ نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔

[3] مسئلہ نمازی نماز میں ہے اُس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ۔ اُس نے اس کا کہا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔

اقرا اٰية كذا فقرأ امتثالا لامره فسدت صلٰوته مع انه لم يقرأ الا القراٰن وبالله التوفيق۔

آیت پڑھو، اس نے اس کے حکم کی بجا آوری کے لئے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی باوجودے کہ اس نے قرآن ہی پڑھا۔ وباللہ التوفیق۔

بقى الكلام على توجيه الامام ابن الهمام وما ذكرنا له من تقرير المرام فلنعم الجواب عنه ما نقله فى الحلية بعد الجواب الاول المذكور اذ قال مع انه قال اجيب ايضا بالاخذ بالاحتياط فيهما وهو عدم الجواز فى الصلٰوة والمنع للجنب[1] اھ۔

اب اس پر کلام رہ گیا جو امام ابن الہمام نے توجیہ کی اور ہم نے جو ان کے مقصد کی تقریر کی تو اس کا بہت عمدہ جواب وہ ہے جو حلیہ میں مذکورہ جواب اول کے بعد نقل کیا وہ لکھتے ہیں: باوجودیکہ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ دونوں میں احتیاط پر عمل ہے وہ یہ کہ نماز میں عدم جواز ہے اور جنب کے لئے پڑھنے کی ممانعت ہے اھ۔

اقول تقريره ان الامام و صاحبيه رضى الله تعالٰى عنهم اختلفوا فى فرض القراءة فقالا ثلٰث قصار او اٰية طويلة اى ما يعدل ثلٰثا لانه لا يسمى فى العرف قارئا بدونه وقال بل اٰية اى اذا لم تكن مما يجرى فى تحاورالناس و يشبه تكلمهم فيما بينهم كثم نظر فانها اذا كانت كذلك عد قارئا عرفا بخلاف مادون الاٰية بالمعنى الذى اعطينا من قبل فهو وان كان به قارئا حقيقة لا يعد قارئا عرفا فنطقت الشبهة

اقول اس کی تقریر یہ ہے کہ حضرت امام اور صاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان فرض قراءت کی مقدار میں اختلاف ہے۔ صاحبین نے فرمایا تین چھوٹی آیتوں یا تین آیتوں کے برابر ایک لمبی آیت کی قراءت فرض ہے اس لئے کہ عرف میں اس کے بغیر اسے قراءت کرنے والا نہیں کہا جاتا اور امام نے فرمایا بلکہ ایک آیت پڑھنا فرض ہے جبکہ وہ اس میں سے نہ ہو جو لوگوں کی بول چال میں جاری ہے اور جو ان کی باہمی گفتگو کے مشابہ ہے جیسے "ثم نظر" کیونکہ جب اس شرط کے ساتھ کوئی آیت پڑھے گا تو عرفاً اسے قراءت کرنے والا شمار کیا جائے گا بخلاف اس کے جو ایک آیت سے کم ہو اسی معنی میں جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ تو وہ اس کی وجہ سے اگرچہ حقیقۃً قراءت کرنے والا ہے مگر عرفاً اسے قراءت کرنے والا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

في براءة الذمة من قبل العرف
هكذا قرره هذا المحقق نفسه
وقال قوله تعالى "ما تيسر" مقتضاه
الجواز بدون الأية وهو قول
ابن عباس فانه قال اقرأ
ما تيسر معك من القرأت
وليس شئ من القرأن
بقليل الا ان ما دون الأية خارج
من النص اذ المطلق ينصرف الى
الكامل في الماهية ولا يجزم بكونه
قارئا عرفا به فلم يخرج عن
عهدة ما لزمه بيقين اذ لم
يجزم بكونه من افراده فلم
تبرء به الذمة خصوصا والموضع
موضع الاحتياط بخلاف الأية
اذ يطلق عليه قارئا بها فالخلاف
راجع بين الامام وصاحبيه)
مبني على الخلاف في قيام
العرف في عده قارئا بالقصيرة
قالا لا وهو يمنع وفي الاسرار
ما قالاه احتياط فان قوله
"لم يلد" "ثم نظر" لا يتعارف
قرأنا وهو قرأن
حقيقة فمن حيث الحقيقة
حرم على الحائض والجنب

شمار نہیں کیا جاتا۔ تو عرف کی جہت سے اس کے
بری الذمہ ہونے میں شبہہ راہ پاگیا ــــ اسی طرح
اس کی خود محقق حلبی نے تقریر کی ہے اور فرمایا ہے
کہ باری تعالیٰ کے ارشاد ماتیسر کا تقاضا
یہ ہے کہ ما دون الآیہ سے بھی نماز ہوجائے اور یہی
حضرت ابن عباس کا قول ہے انھوں نے فرمایا
تمھیں قرآن سے جو بھی میسر آئے پڑھو اور قرآن میں
سے کچھ بھی قلیل نہیں۔ مگر یہ ہے کہ ما دون الآیہ نص سے
خارج ہے اس لئے کہ مطلق اسی کی طرف پھرتا ہے
جو ماہیت میں کامل ہو اور ما دون الآیہ سے اس کو
عرفاً قرات کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا تو اس پر جو
لازم ہوا اس سے وہ یقینی طور پر عہدہ برآ نہ ہوا،
اس لئے کہ اس پر جزم نہ ہوا کہ یہ مقدار، قدر لازم
کے افراد سے ہے تو اتنے سے وہ بری الذمہ نہ ہوا
خصوصاً جبکہ یہ مقام احتیاط ہے بخلاف کامل آیت
کے، کہ اسے پڑھنے کی وجہ سے اس پر قرات
کرنے والے کا اطلاق ہوتا ہے۔ (تو حضرت امام
اور صاحبین کے درمیان) اختلاف کی بنیاد اس
پر ہے کہ چھوٹی آیت پڑھنے سے عرفاً اسے قرات
کرنے والا شمار کیا جاتا ہے یا نہیں؛ صاحبین
نے فرمایا: نہیں، اور امام نے فرمایا: ہاں ــــ
اور اسرار میں ہے کہ قولِ صاحبین میں احتیاط
ہے اس لئے کہ ارشادِ باری لم یلد ــــ
اور ــــ ثم نظر ــــ بطور قرآن متعارف نہیں
اور درحقیقت یہ قرآن ہے۔ تو حقیقت کا اعتبار

www.alahazratnetwork.org

ومن حیث العرف لم نجز الصلوٰۃ بہ احتیاطا فیھما[1] اھ مختصرا۔

کرکے حائض وجنب پر اس کی قراءت حرام رکھی گئی اور عرف کا لحاظ کرکے ہم نے اس سے نماز جائز نہ کہی، تاکہ دونوں مسئلوں میں ہمارا عمل احتیاط پر رہے اھ مختصراً۔

فعدم تناول الاطلاق مادون الاٰیۃ فی قولہ تعالٰی فاقرؤا ماتیسر من القراٰن[2] لایستلزم عدم تناولہ لہ فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئا من القراٰن[3] بل قضیۃ الدلیل ھو التناول ھٰھنا والخروج ثمہ۔

تو باری تعالٰی کے ارشاد: فاقرؤا ماتیسر من القراٰن میں مادون الآیہ کو اطلاق کا شامل نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد لایقرأ الجنب و لاالحائض شیئا من القراٰن (جنب اور حائض قرآن سے کچھ بھی نہ پڑھیں) میں بھی اطلاق اسے شامل نہ ہو بلکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں شامل ہو اور وہاں شامل نہ ہو۔

ثم **اقول** لایخفی علیک ان لو بنی الامر ھٰھنا علی مایعد بہ قارئا عرفا لزم ان یحل عند الصاحبین للجنب واختیہ قراءۃ مادون ثلث اٰیات بنیۃ القراٰن ولا قائل بہ فتحقق

ثم **اقول** مخفی نہیں کہ اگر "یہاں" (مسئلہ جنب میں) بنائے کار اس پر ہوتی جس کی وجہ سے اس کو عرفاً قراءت کرنے والا شمار کیا جائے تو لازم تھا کہ صاحبین کے نزدیک جنب اور حیض ونفاس والی کے لئے تین آیت سے کم بہ نیتِ قرآن پڑھنا جائز ہو۔ حالاں کہ

ف: تطفل علی الفتح۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ فصل فی القراءۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۹۰
[2] القرآن الکریم ۷۳/۲۰
[3] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی الجنب والحائض الخ حدیث ۱۳۱ دارالفکر بیروت ۱/۱۸۲
سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن علی غیر طہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴

www.alahazratnetwork.org

ان قول الکرخی ھو الارجح روایۃ ودرایۃ والحمد للہ ولی الھدایۃ۔

کوئی اس کا قائل نہیں ۔ تو ثابت ہوا کہ امام کرخی ہی کا قول روایت و درایت دونوں لحاظ سے ارجح ہے، اور ساری حمد خدا کیلئے ہے جو ہدایت کا مالک ہے۔

ولکن العجب من المحقق الحلبی کتبت ھذا ثم رأیت فی غنیتہ مال الی ما قلت ان لا قائل بہ حیث قال "وینبغی ان تقید الاٰیۃ بالقصیرۃ التی لیس مادونھا مقدار ثلث اٰیات قصار فانہ اذا قرأ مقدار سورۃ الکوثر بعد قارئا وان کان دون اٰیۃ حتی جازت بہ الصلوۃ واما ما علی وجہ الدعاء والثناء فلانہ لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات والالفاظ محتملۃ فتعتبر النیۃ ولذا لو قرأ ذٰلک فی الصلوۃ بنیۃ الدعاء والثناء لا تصح بہ الصلوۃ اھ۔[1]

لیکن محقق حلبی (صاحبِ غنیہ) پر تعجب ہے کہ وہ اس طرف مائل ہیں جس کے بارے میں مَیں نے کہا کہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مذکورۃ بالا سطور لکھنے کے بعد میں نے غنیہ میں دیکھا کہ وہ لکھتے ہیں : آیت کے ساتھ یہ قید ہونی چاہئے کہ ایسی چھوٹی آیت جس سے ذرا کم ہو تو وہ آیت تین چھوٹی آیتوں کے بقدر نہ ہو اس لئے کہ جب وہ سورہ کوثر کے بقدر پڑھے اگرچہ وہ ایک آیت سے کم ہی ہو تو اس کی وجہ سے وہ قرات کرنے والا شمار ہوگا یہاں تک کہ اس سے اس کی نماز ہوجائے گی۔ لیکن جو دُعا اور ثنا کے طور پر ہو تو وہ قرآن نہیں اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور الفاظ میں احتمال ہوتا ہے تو نیت کا اعتبار ہوا۔ اسی لئے اگر اسے نماز میں بہ نیتِ دُعا و ثنا پڑھا تو نماز درست نہ ہوگی اھ۔

اقول اولا قد[ف] وقع بحثہ علی خلاف المنصوص فی شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام فانہ

اقول اولا ان کی بحث اس کے خلاف واقع ہے جو امام فخر الاسلام کی شرح جامع صغیر میں منصوص ہے اس لئے کہ انھوں نے لمبی

ف : تطفل علی الغنیۃ۔

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القرآن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

www.alahazratnetwork.org

اعتبر کون بعضها کاٰیۃ لاکثلث کما تقدم۔

آیت کے بعض کو ایک آیت کے مثل شمار کیا ہے تین آیت کے مثل نہیں جیسا کہ گزرا۔

وثانیا عدل[1] عن قول الامام الی قولهما فی افتراض ثلث فان راعی الاحتیاط لما مر عن الاسرار ان ماقالاه احتیاط فتقدم عن الاسرار نفسها ان ذلك فی الصلٰوۃ اما فی مسألۃ الجنب فالاحتیاط فی المنع وقد نقله هکذا فی الغنیۃ۔

ثانیا قول امام سے عدول کرکے تین آیت کی فرضیت میں قول صاحبین کی طرف آگئے۔ اگر اس میں انھوں نے احتیاط کی رعایت کی ہے کیونکہ اسرار کے حوالہ سے گزرا کہ قول صاحبین میں احتیاط ہے تو خود اسرار ہی کے حوالہ سے یہ بھی گزرا کہ یہ نماز کے بارے میں ہے اور مسئلہ جنب میں احتیاط ممانعت میں ہے۔ اسے اسی طرح غنیہ میں نقل بھی کیا ہے۔

وثالثا ماذکر من[2] عدم الاجزاء[3] اذا قرأ فی الصلٰوۃ بنیۃ الثناء خلاف المنصوص ایضا ففی البحر عن التوشیح عن الامام الخاصی اذا قرأ الفاتحۃ فی الاولیین بنیۃ الدعاء نصوا علی انها مجزئۃ اھ[1] وعن التجنیس اذا قرأ فی الصلٰوۃ فاتحۃ الکتاب علی قصد الثناء جازت صلٰوته لانه وجدت القراءۃ فی محلها فلایتغیر حکمها بقصده اھ[2] ومثله فی الدر نعم نقل فی البحر عن القنیۃ

ثالثا نماز میں قراءت بہ نیت ثنا ہو تو نماز نہ ہوگی، یہ مسئلہ انھوں نے منصوص کے برخلاف ذکر کیا کیوں کہ بحر میں امام خاصی کی توشیح سے منقول ہے کہ جب پہلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قراءت بہ نیت دعا کرے تو علماء نے نص فرمایا ہے کہ اس سے نماز ہوجائے گی اھ۔ اور تجنیس سے نقل ہے کہ جب نماز میں بہ نیت ثنا فاتحۃ الکتاب کی قراءت کرے تو نماز جائز ہے اس لئے کہ قراءت اپنے محل میں پائی گئی تو نیت سے اس کا حکم نہ بدلے گا اھ۔ اسی کے مثل درمختار میں بھی ہے۔ ہاں بحر میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ اس

ف۱: تطفل اٰخر علیها

ف۲: تطفل ثالث علیها

ف۳: مسئلہ نماز میں سورہ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا و ثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہوجائے گی۔

---

[1] و [2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۰

33

انہا ذکرت فیہ خلافا ورقمت لشرح شمس الائمۃ انہا لاتنوب عن القراءۃ[1] اھ وانت تعلم ان القنیۃ لاتعارض المعتمدات والزاھدی غیر موثوق بہ فی نقلہ ایضا کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے اور شرح شمس الائمہ کا نشان (رمز) دے کر لکھا ہے کہ وُہ قرأت کی جگہ کافی نہ ہو سکے گی اھ —— اور معلوم ہے کہ قنیہ کتب معتمدہ کے مقابلہ میں نہیں آسکتی اور زاہدی نقل میں بھی ثقہ نہیں جیسا کہ علمائے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے۔

تنبیہ ا: عیون امام فقیہ ابو اللیث کی عبارت کہ صدر کلام میں گزری جس میں فرمایا تھا کہ فاتحہ وغیرہا آیات دُعا بہ نیت دُعا پڑھنے میں حرج نہیں، نہر الفائق میں اس سے یہ استنباط فرمایا کہ یہ حکم صرف انھیں آیات سے خاص ہے جن میں معنی دعا وثنا ہوں ورنہ مثلاً سورۂ لہب وغیرہا اگر بہ نیت غیر قرآن پڑھے تو ظاہراً روا نہ ہونا چاہئے۔

حیث قال ظاھر التقیید بالآیات التی فیھا معنی الدعاء یفھم ان مالیس کذٰلک کسورۃ ابی لھب لایؤثر فیھا قصد غیر القرانیۃ لکنی لم ار التصریح بہ فی کلامھم[2]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: آیات میں معنی دُعا ہونے کی قید سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جو آیات ایسی نہ ہوں — جیسے سورۂ ابی لہب — اس میں غیر قرآن کی نیت اثر انداز نہ ہوگی مگر اس کی تصریح کلام عُلماء میں میری نظر سے نہ گزری۔ (ت)

علامہ شامی نے منحۃ الخالق و ردالمحتار میں اس کی تائید فرمائی کہ،

قد صرحوا ان مفاھیم الکتب حجۃ[3] اھ ولفظ المنحۃ المفھوم معتبر مالم یصرح بخلافہ[4] اھ۔

علمائے تصریح فرمائی ہے کہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے اھ۔ منحۃ الخالق کے الفاظ یہ ہیں: مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے جب تک اس کے خلاف کی تصریح نہ ہو۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۰
[2] النہر الفائق شرح کنز الدقائق کتاب الطہارۃ باب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۳
[3] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۶
[4] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

www.alahazratnetwork.org

اقول اولاً خلاصہ و بزازیہ و بحر[ف] میں ہے :

هذا لفظ الوجيز اما اذا قصد الثناء او افتتاح امر فلا فی الصحيح[1]۔

اور یہ وجیز کے الفاظ ہیں ، لیکن جب ثناء یا کوئی کام شروع کرنے کی نیت سے پڑھے تو صحیح قول پر ممانعت نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے :

فلو قصد الدعاء والثناء او افتتاح امر حل[2]۔

اگر دُعا یا ثناء یا کسی کام کے شروع کرنے کی نیت ہو تو جائز ہے۔ (ت)

یہاں تو کہہ سکتے ہیں کہ بعد تنقیح افتتاح کا حاصل دعاء و ثناء سے جدا نہ ہوگا ، مگر خلاصہ و حلیہ و بحر میں ہے :

وحرمة قراءة القراٰن (ای من احکام الحیض) الا اذا کانت اٰیة قصیرة تجری علی اللسان عند الکلام کقوله ثم نظر او لم یولد[3] اھ۔

(احکام حیض میں سے) قراءت قرآن کی حرمت بھی ہے مگر جب ایسی چھوٹی آیت ہو جو بول چال میں زبان پر آتی رہتی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ، ثم نظر ۔ یا ۔ ولم یولد۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یعنی جبکہ قراءتِ قرآن کی نیت نہ ہو اور اپنے کلام میں پوری آیت سے موافقت ہو جائے مثلاً زید کی حکایت حال میں کہا ثم نظر زید (پھر زید نے نظر کی ۔ ت) یا کسی نے ہندہ کے حمل کو پوچھا کہ پیدا ہوا ، کہا ما وضع ولم یولد بعد (نہیں پیدا کیا ، اور لم یولد بعد میں کہا ۔ ت) تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ثم نظر بالاتفاق اور ولم یولد علی الخلاف پوری آیتیں ہیں اس لئے کہ بہ نیتِ قرآن نہ کہی گئیں ، یہاں سے صراحۃً ظاہر کہ جواز کے لئے عدمِ نیتِ قرآن کافی ہے خاص نیتِ دُعا یا ثنا ضرور نہیں کہ ان صورتوں میں دعا و ثنا کہاں ۔ یونہی اگر نقلِ حدیث میں کہا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ف : تطفل علی النهر و ش

---

[1] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الهندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱

[2] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۳/۱

[3] خلاصۃ الفتاوی کتاب الحیض الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۳۰/۱

فرماتے ہیں اس کے جواز میں بھی شبہہ نہیں اگرچہ محمد رسول اللہ ضرور قرآن عظیم ہے اور یہاں نام اقدس مقصود نہ کہ دعا و ثنا، لاجرم بحر سے گزرا:

هذا كله اذا قرأ على قصد انه قرأن[1]

یہ سب اس وقت ہے جب بہ نیتِ قرآن پڑھا ہو۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ تنویر میں ہے:

يحرم قراءة قرأن بقصده[2]

قرآن کا کوئی حصہ بہ نیتِ قرآن پڑھنا (اس کیلئے) حرام ہے۔ (ت)

ثانیاً ف عیون کا اتنا مفاد مسلّم کہ آیاتِ دُعا میں نیتِ دُعا درکار ہے نہ یہ کہ نیتِ دعا ہی پر مدار ہے

وذلك انه تصوير لنية غير القرأن وهى فى أيات الدعاء بنية الدعاء فيفيد ان الجواز بنية الدعاء مقصور على ايات الدعاء لاقصر الجواز مطلقا على نية الدعاء كأن تقول لو قرأ التسمية بنية الافتتاح ولم يرد القراءة فلا بأس به لا يدل على قصر الحكم فى جميع القرأن على نية الافتتاح۔

وہ اس لئے کہ عبارتِ عیون میں نیت غیر قرآن کی صورت پیش کی گئی ہے وہ یہ کہ آیاتِ دعا بہ نیتِ دعا پڑھی جائیں اس کا مفاد یہ ہے کہ آیاتِ دُعا پڑھنے کا جواز صرف اسی صورت میں ہوگا جب وہ بہ نیتِ دُعا پڑھی جائیں، نہ یہ کہ مطلقاً ہر آیت پڑھنے کا جواز صرف نیتِ دعا ہی کی صورت میں محدود ہے۔ مثلاً کہا جائے کہ اگر کام شروع کرنے کے ارادہ سے بسم اللہ پڑھی اور تلاوت کی نیت نہ کی تو اس میں کوئی حرج نہیں، تو اس کا یہ معنیٰ نہ ہوگا کہ پورے قرآن میں حکمِ جواز بس اسی ایک صورت میں محدود ہے کہ اسے کوئی کام شروع کرنے کے ارادہ سے پڑھا جائے۔ (ت)

ف: تطفل أخر عليهما۔

---

[1] البحر الرائق كتاب الطهارة باب الحيض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۹

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار كتاب الطهارة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲

www.alahazratnetwork.org

لکنی **اقول** وباللہ التوفیق (لیکن خدا کی توفیق سے میں کہتا ہوں ۔ت) تحقیق مقام[1] یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں ، عدمِ نیت و اعدامِ نیت ۔ عدمِ نیت یہ کہ بعض الفاظ اتفاقاً موافق نظم قرآن زبان سے اپنے کلام سے ادا ہوجائیں جیسے صور مذکورہ میں ثم نظر اور ولم یولد کہ ان کے تکلم کے وقت متکلم کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ الفاظ آیات قرآنیہ ہیں یہاں قرآن عظیم کی طرف قصد سرے سے پایا ہی نہ گیا ۔ اور اعدامِ نیت یہ کہ آیاتِ قرآنیہ کی طرف التفات کرے اور بالقصد انھیں نیتِ قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کا ارادہ کرے ۔ آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ تبّت وغیرہا ہر کلام طویل میں یہی صورت متحقق ہوسکتی ہے ، ناممکن ہے کہ بلا قصد زبان سے تین آیت کے برابر کلام نکل جائے جو بالکل نظمِ قرآنی کے موافق ہو کہ اس قدر سے تحدی فرمائی گئی ہے تو کوئی اُتنے پر کیونکر قادر ہوسکتا ہے ۔ نہیں بلکہ یقیناً الفاظِ قرآنیہ ہی کا قصد کرے گا پھر ان کو بالارادہ نیتِ قرآن سے نیتِ غیر کی طرف پھیرے گا اور موجودات حقیقیہ اعتبارِ معتبر کے تابع نہیں ہوتے نہ باوجود علم قصداً تبدیلِ نیت سے علم منتفی ہو اگر کوئی شخص شہد کو جان کر اس نیت سے کھائے کہ یہ شہد نہیں نمک ہے ، تو نہ وہ واقعی نمک ہوجائے گا نہ اس کا علم کہ یہ واقع میں شہد ہے زوال پائے گا ۔ یونہی جب اس نے نظم قرآنی کی طرف قصد کیا اور اُسے ادا کرنا چاہا تو باوصف علم حقیقت اس کا یہ خیال کرلینا کہ میں یہ قرآن نہیں پڑھتا کچھ اور پڑھتا ہوں ، نہ قرآن عظیم کو اس کی حقیقت سے متغیر ہوسکتا ہے نہ یہ دیدہ و دانستہ اُس تبدیلِ خیال سے کچھ نفع پاسکتا ہے تو کیونکر ممکن کہ تعظیمِ قرآن عظیم کے لئے جو حکم شرعِ مطہر نے اسے دیا یہ دانستہ نیت پھیر کر اُسے ساقط کردے ۔

اقول وبہ[2] استبان ضعف ما اجاب بہ العلامۃ اسمٰعیل فی حواشی الدرر عن بحث الحلیۃ فی قراءۃ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء اذ قال المحقق ان ھذا قراٰن حقیقۃ وحکما ولفظا ومعنی کیف لا وھو معجز یقع بہ التحدی وتغییر المشروع فی مثلہ بالقصد

اقول اسی سے اس کی کمزوری واضح ہوگئی جو حواشی درر میں علامہ اسمٰعیل نے بہ نیتِ دعا قراءتِ فاتحہ کے بارے میں بحثِ حلیہ کے جواب میں لکھا ہے ــــ محقق حلبی نے لکھا تھا : یہ حقیقۃً ، حکماً ، لفظاً ، معنیً ہر طرح قرآن ہے ۔ کیوں نہ ہو جب کہ یہ وہ قدرِ معجز ہے جس سے تحدی واقع ہوئی ہے اور ایسے کلام میں جو امر شرعاً ثابت ہے

---

[1]: مسئلہ قراءت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق جلیل مفرد ۔
[2]: تطفل علی سیدی اسمٰعیل محشی الدرر والعلامۃ ش ۔

المجرد مردود علی فاعله فان الخصوصیة القرآنیة فیه لازمة قطعا ولیس فی قدرة المتکلم اسقاطها عنه مع ما ھو علیه من النظم الخاص[1] اھ۔

اسے اگر کوئی محض نیت سے بدلنا چاہے تو وہ نیت خود رُد ہو جائے گی اس لئے کہ اسے قرآنی خصوصیت قطعاً لازم ہے۔ اور اس نظم خاص پر اس کے برقرار ہوتے ہوئے اس خصوصیتِ قرآنیہ کو کوئی متکلم اس سے ساقط نہیں کرسکتا اھ۔

فاجاب العلامة النابلسی وتبعه فی المنحة بانه اذا لم یرد بها القرآن فات ما فیه من المزایا التی یعجز عن الاتیان بها جمیع المخلوقات اذ المعتبر فیها القصد اما تفصیلا وھو من البلیغ او اجمالا وذلك بحکایة کلامه وکلاھما منتف حینئذ کما لایخفی[2] اھ۔

علامہ نابلسی نے اس کے جواب میں لکھا۔ اور منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان کا اتباع کیا۔ کہ: جب وہ اس کے پڑھنے میں قرآن کا قصد نہیں کرے گا تو اس کی وہ خصوصیات نہ رہ جائیں گی جنھیں بروئے کار لانے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں اس لئے کہ ان خصوصیات میں قصد کا اعتبار ہے یا تو تفصیلاً ہو جو بلیغ کا کام ہے یا اجمالاً ہو اس طرح کہ اس کا کلام بھی ویسا ہو جائے جیسا وہ ہے ۔۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ولعمری ان فی حکایته غنی عن نکایته ولیت شعری کیف تفوت المزایا الثابتة اللازمة الواقعیة بمجرد صرف القاری النیة عن نسبته الی متکلمه مع بقاء الکلام علی نظمه وقد کان نبه علیه المحقق

بخدا اس جواب کو ذکر کردینا ہی اس کا منصف ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ حیرت ہے کہ جب تک وہ کلام اپنے نظم پر برقرار ہے اس کی لازمی، واقعی، ثابت شدہ خصوصیات محض اتنے سے کیوں کر ختم ہو جائیں گی کہ قاری نے اس کلام کے متکلم کی جانب انتساب سے اپنی نیت پھیر لی؟ اس پر تو محقق حلبی نے اپنی بحث ہی

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ باب الحیض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۹
[2] منحۃ الخالق علی البحرالرائق " " " " " "

فی بحثه فلم یلتفت الیه العلامة واعاد الکلام من دون جواب ولا المام۔

میں تنبیہ کردی تھی مگر علامہ نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور وہی بات دُہرادی نہ اس کا جواب دیا نہ جواب کے قریب گئے۔

واقول (ف۱) فی الحل وجود المزایا بثبوتها الواقعی وظهورها بالعلم تفصیلا او اجمالا کما وصفتم وبهما یتم امر التحدی وکلاهما حاصل حینئذ اذ ما قصد الاخذ الا مما هو قرأن وما احدث الا صرف النیة ولا صرف الا بعد العلم ولا علم ینتفی بالصرف۔

واقول حل مسئلہ سے متعلق میں عرض گزار ہوں۔ خصوصیات کا وجود تو ان کے ثبوت واقعی سے ہوتا ہے اور ان کا ظہور ان کے تفصیلی یا اجمالی علم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا۔ اور کارِ تحدی ان دونوں ہی سے مکمل ہوتا ہے۔ اور دونوں اس صورت میں حاصل ہیں اس لئے کہ اس نے اسی سے اخذ کا قصد کیا جو قرآن ہے۔ اور اپنی جانب سے کچھ نہ کیا سوا اس کے کہ نیت پھیردی۔ اور پھیرنا علم کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اور پھیرنے سے علم ختم نہیں ہوجاتا۔

www.alahazratnetwork.org

وایضا (ف۲) لو فات المزایا المعجزة للخلق بصرف القصد لوجب فوت عجزهم وهو باطل بداهة۔

یہ بھی ہے کہ قصد پھیرنے کی وجہ سے اگر مخلوق کو عاجز کردینے والی خصوصیات ختم ہوجاتیں تو ضروری تھا کہ اس سے ان کی عاجزی بھی ختم ہوجاتی، اور یہ بداہۃً باطل ہے۔

وکذا ما اجاب النهر وتبعه فی رد المحتار بان کونه قرأنا فی الاصل لا یمنع من اخراجه عن القرأنیة بالقصد[1] اھ وقد کان

اسی طرح اس جواب کا بھی ضعف واضح ہوگیا جو صاحبِ نہر نے پیش کیا۔ اور علامہ شامی نے رد المحتار میں ان کا اتباع کیا۔ کہ اصل میں اس کا قرآن ہونا اس سے مانع نہیں کہ قصد کے باعث وہ قرآنیت سے خارج ہوجائے اھ۔

ف: **تطفل** اٰخر علیهما۔

ف: **تطفل** ثالث علیهما۔

---

[1] النهر الفائق کتاب الطهارة باب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۳
رد المحتار 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۱۶

اتی المحقق علی ھذا ایضا کما سمعت اما نحن فقد[ف1] اوضحنا باحسن وجہ ان لا اثر للقصد فی تغییر الحقائق۔

محقق نے اپنے کلام میں اس کا بھی اشارہ دے دیا تھا جیسا کہ پیش ہوا۔ اور ہم نے تو بہت اچھی طرح واضح کردیا کہ قصد میں یہ تاثیر قطعاً نہیں ہوتی کہ وہ حقائق واقعیہ کو تبدیل کردے۔

وکذا ماتقدم من تمسک الغنیۃ ان ما علی وجہ الدعاء لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات[1] الخ

اسی طرح اس کی کمزوری بھی عیاں ہوگئی جس نے غنیہ سے استناد کیا کہ "جو بطورِ دعا ہو وہ قرآن نہیں اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے الخ" جیسا کہ گزرا۔

اقول نعم لا[ف2] یثاب ثواب التلاوۃ من نواہ دعاء لکن القراٰن کیف ینسلخ عن القراٰنیۃ مع بقاء النظم المتحدی بہ واذا القصد الی الاخذ منہ فبمجرد صرف النیۃ کیف یزیل التعظیم الواجب علیہ فان صرفہا عن شیئ مع العلم بہ ان کان لہ اثر ففی حرمان الصارف عما ھو لہ دون اسقاط ما ھو علیہ و بالجملۃ لیس فی شیئ من ھذہ ما یغنی من جوع۔

اقول ہاں جس نے دعا کا قصد کیا اسے تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا لیکن جس نظم کے ذریعہ تحدی ہوئی ہے اس کے برقرار رہتے ہوئے قرآن سے قرآنیت کیونکر نکل جائے جب کہ قرآن ہی سے اخذ کا قصد بھی موجود ہے، تو محض نیت کے پھیر دینے سے وہ اس تعظیم کو کیسے ختم کردے گا جو اس کے ذمہ واجب تھی۔ اس لئے کہ کسی چیز کو جانتے ہوئے اس سے نیت پھیر لینے کا اگر کوئی اثر ہوسکتا ہے تو یہی کہ اس میں اس کا جو فائدہ تھا اس سے وہ محروم ہوجائے نہ یہ کہ اس پر جو لازم تھا وہ بھی اس سے ساقط ہوجائے۔
الحاصل ان میں سے کسی میں کوئی کارآمد بات نہیں۔

ثم اقول[ف3] عساک ایقنت مما

ثم اقول امید ہے کہ ناظر کو ہمارے

ف1: تطفل علی النہر و رابع علی ش

ف2: تطفل علی الغنیۃ

ف3: تطفل علی الحلیۃ

---

1 غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قراءۃ القراٰن للجنب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷

www.alahazratnetwork.org

القيت عليك ان المناط هوان يعمد الی القراٰن فياخذ من نظمه ويقرأه علی نية غيرہ سواء كان قدر ما وقع به التحدی اولا فان القليل والكثير من الكلام العزيز سواء فی وجوب الادب والتعظيم اما سمعت الی قول حبر الامة سيدنا عبدالله بن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ليس شیئ من القراٰن بقليل فتخصيص المحقق الكلام[ف] بما تحدی به ليس فی محله، ولا يتوقف عليه كونه قراٰنا حقيقة وحكما ولفظا ومعنی كما يوهمه كلامه نعم لزوم الخصوصية القراٰنية يختص بذلك لاستحالة جريانه علی اللسان اتفاقا دون مادونه كما علم من موافقات الفرقان والفاروق رضی الله تعالٰی عنه، وقوله عند سماع اٰية اطوار الخلق فتبٰرك الله احسن الخٰلقين فنزل كذٰلك لكن اسمعناك ان لاحاجة اليه بعد تعمد الاخذ من القراٰن العظيم فهو

بیان سابق سے اس بات کا بھی یقین حاصل ہو چکا ہو گا کہ مدار اس پر ہے کہ قرآن کی طرف توجہ کرکے اس کے نظم سے کچھ اخذ کرے اور اسے غیر قرآن کی نیت سے پڑھے، خواہ وہ اس مقدار میں ہو جس سے تحدی ہوئی ہے یا نہ ہو اس لئے کہ وجوب ادب وتعظیم کے معاملہ میں کلام عزیز کے قلیل وکثیر کا حکم ایک ہے۔ آپ سُن چکے کہ حبرِ اُمّت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: قرآن میں سے کچھ بھی قلیل نہیں ——— تو محقق حلبی نے اپنی گفتگو جو مقدار تحدی سے خاص فرمائی وہ بے محل ہے ——— اور اس کا حقیقۃً، حکماً، لفظاً، معنیً قرآن ہونا اس پر موقوف بھی نہیں جیسا کہ ان کے کلام سے وہم ہوتا ہے۔ ہاں خصوصیت قرآنیہ مقدار تحدی ہی کو لازم ہے اس لئے کہ اسی مقدار کا زبان پر اتفاقاً جاری ہو جانا محال ہے اس سے کم کا نہیں ——— جیسا کہ فرقان اور جناب فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے موافقات سے معلوم ہے اور اس سے بھی کہ جب تخلیق کے مراحل کے ذکر پر مشتمل آیت مبارکہ سُنی تو کہہ دیا "فتبارك الله احسن الخالقين" پھر ایسا ہی نازل بھی ہوا۔ لیکن ہم بتا چکے کہ جب خود اس کے دل میں قرآن عظیم سے اخذ کا قصد موجود ہے تو تحدی والی گفتگو

ف: تطفل اٰخر عليها

---

[1] القرآن الكريم ۲۳/ ۱۴

بما فی نفسہ علیم فافہم وتثبت۔ کی یہاں کوئی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اسے اپنے دل کی بات کا خود ہی علم حاصل ہے، تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ (ت)

تو واجب تھا کہ سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی بالائے سر فقط الحمد للہ یا سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ بھی جنب کو جائز نہ ہو جبکہ ان میں اخذ عن القرآن کا قصد کرے اگرچہ نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کی کرلے مگر شرع مطہر نے لحاظ فرمایا کہ مسلمان ہر وقت ہر حال میں اپنے رب جل وعلا کے ذکر وثنا اور اس سے سوال ودعا کا محتاج ہے اور ثنائے الٰہی وہی اتم واکمل ہے جو خود اس نے اپنے نفس کریم پر کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علٰی نفسك[1] الٰہی! میں تیری تعریف نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تُو نے خود اپنی ثنا کی۔

یونہی جو دعائیں قرآن عظیم نے تعلیم فرمائیں بندہ اُن کی مثال کہاں سے لاسکتا ہے رحمت شریعت نے نہ چاہا کہ بندہ ان خزائن بےمثال سے روکا جائے علی الخصوص حیض ونفاس والیاں جن کی تہائی عمر انھیں عوارض میں گزرتی ہے، لہٰذا یہاں بہ تبدیل نیت اجازت عطا فرمائی جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہ نیت افتتاح کہنے کے جواز پر علماء نے ظاہر کردیا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ نماز میں ف کسی کلام سے اگرچہ آیت یا ذکر الٰہی ہو ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے باہر ہے مفسد نماز ہے مثلاً کسی خوشی کی خبر کے جواب میں کہا الحمد للہ رب العٰلمین یا خبر غم کے جواب میں انا للہ وانا الیہ رٰجعون، یا کسی نے پوچھا فلاں شخص کیسا ہے، اس کی خوبی بتانے کو کہا سبحٰن اللہ، نماز جاتی رہے گی۔ مگر کسی شخص نے آواز دی اور اس نے یہ جتانے کو کہ میں نماز پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللہ یا سبحٰن اللہ یا اس کے مثل

ف: مسئلہ نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمد للہ رنج کی خبر پر انا للہ وانا الیہ رٰجعون کہا نماز جاتی رہے گی ہاں اگر کسی نے پکارا اُسے یہ جتانے کے لئے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحٰن اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔

---

[1] سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب القنوت فی الوتر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۲

www.alahazratnetwork.org

ذکر کیا قرآن عظیم سے کچھ کہا نماز نہ جائے گی کہ شرع مطہر نے اس حاجت کے دفع کو اتنے کی اجازت فرمادی ہے۔ درمختار میں ہے:

یفسدھا جواب خبر سوء بالاسترجاع۔[1]

خبربد کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

اراد اعلامہ بانہ فی الصلٰوۃ لاتفسد اتفاقا ابن ملك وملتقی۔[2]

اگر یہ بتانے کا ارادہ ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں تو اس سے نماز بالاتفاق فاسد نہ ہوگی ابن ملک وملتقی۔ (ت)

ہدایہ میں ہے:

لواجاب رجلا فی الصلٰوۃ بلاالٰہ الا اللہ فھذا کلام مفسد وان اراد اعلامہ انہ فی الصلٰوۃ لم تفسد بالاجماع لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبۃ فی الصلٰوۃ فلیسبح اھ۔[3]

اگر اندرونِ نماز لا الٰہ الا اللہ کہہ کر کسی کو جواب دیا تو یہ کلام مفسدِ نماز ہے اور اگر اپنے اندرونِ نماز ہونے سے اس کو آگاہ کرنا مقصود ہے تو بالاجماع نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سبحان اللہ کہے اھ۔ (ت)

اقول فبھذا ظھر الجواب عن بحث الحلیۃ وللہ الحمد ومحصلہ ان ذلك مستثنی بالاذن الشرعی کما استثنی بہ قصد الاعلام بانہ فی الصلٰوۃ مع تحقق المعنی

اقول تو اسی سے بحث حلیہ کا جواب ظاہر ہوگیا۔ وللہ الحمد۔ اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ باذنِ شریعت مستثنٰی ہے جیسے باذن شرعی اپنے مشغولِ نماز ہونے کو بتانے کا قصد مستثنٰی ہے باوجودے کہ معنی مفسد قطعاً متحقق ہے، وہ ہے

---

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹

[2] " " " " " " " " " "

[3] الہدایۃ " " " المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۱۶

www.alahazratnetwork.org

المفسد قطعا وھو افادۃ معنی لیس من اعمال الصلٰوۃ فافھم وتثبت ۔

ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے نہیں ۔ تو اسے سمجھو اور ثابت قدم رہو۔ (ت)

اور جب حاجت المکیت ذکر و دُعا کا لحاظ فرمایا تو حاجت تعلیم قرآن تو اُس سے اہم ہے خصوصًا حائض کے لئے کہ اس کا زمانہ ممتد ہے،

حتی ان مالکا اباح لھا التلاوۃ لھذا وبه فرق بینھا وبین الجنب ۔

یہاں تک کہ اسی وجہ سے امام مالک نے اس کے لئے تلاوت جائز کہی، اور اسی سے اس میں اور جنب میں فرق کیا۔ (ت)

مگر یہ حاجت ایک ایک کلمہ سکھانے سے پُوری ہوجاتی ہے اور شک نہیں کہ وہ بہ نسبت مرکبات صورت نظم قرآنی سے دُور تر ہے لہذا اسی قدر کی اجازت ہوئی،

وقد اشار الامام الفقیه ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر الی ان اباحة التعلیم لاجل العذر کما فی الحلیة و عبر فی محیط السرخسی بالعذر والضرورۃ کما فیھا ایضا۔

امام فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تعلیم کا جواز عذر کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ حلیہ میں نقل کیا۔ اور محیط سرخسی کی تعبیر یہ ہے کہ "عذر و ضرورت کی وجہ سے ہے"۔ اسے بھی حلیہ میں نقل کیا۔

www.alahazratnetwork.org

اقول وبما قررت (ف) وذکرت من حدیث اعلام الصلٰوۃ مع عدم الضرورۃ بالمعنی الحقیقی ومن اعتبار الشرع حاجة الجنب فی الدعاء مع تمکنه من الاغتسال بل ومن الدعاء بالفاظ اُخر بخلاف التعلیم ینفتح الجواب عن ایرادی الحلیة علی مسئلة التعلم بقوله لایخفی

اقول میری تقریر سابق سے اور اس بیان سے کہ اپنے مشغول نماز ہونے کو مذکورہ کلمات سے بتا سکتا ہے جب کہ یہاں ضرورت بمعنی حقیقی موجود نہیں۔ اور یہ کہ شریعت نے دُعا کے معاملہ میں جنب کی حاجت کا لحاظ کیا ہے حالانکہ وہ غسل کر سکتا ہے بلکہ دوسرے الفاظ سے دُعا بھی کر سکتا ہے۔ بخلاف تعلیم کے۔ (اس تقریر و بیان سے) صاحبِ حلیہ کے دو اعتراضوں کا جواب منکشف ہو جاتا ہے

ف: تطفل رابع وخامس علیھا۔

مافیہ بالنسبۃ الی الجنب ثم مافی کون ھذا الاحتیاج مبیحا لذلک اھ فافھم[1]، و اللہ اعلم۔

جو انھوں نے مسئلہ تعلیم سے متعلق ان الفاظ میں پیش کئے ہیں کہ : اس مسئلہ میں جنب کی بہ نسبت جو خامی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ پھر اس کے لئے تعلیماً کلمہ قرآن پڑھنے کے حکم میں اس ضرورت کے باعث اباحت ہونے میں جو کلام ہے وہ بھی مخفی نہیں اھ ۔ تو اسے سمجھو اور جانو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ظاہر ہے کہ ان کے ماورا مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دعا و ثنا کے معنی ہیں کہ اُن سے ملحق ہوسکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہئے جب تک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہیں ثابت نہیں معہذا اگر مطلقاً تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دُور تک اُن کا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا ○ سے لتسلکوا منہا سبلا فجاجا[2] ○ تک سولہ[16] آیتیں متواتر، اور سورہ جن میں انا سمعنا قرانا عجبا ○ سے اما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا[3] ○ تک پندرہ[15] آیتیں، اور سورہ لقمان میں یٰبنی انھا ان تک سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر[4] ○ تک چار طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے، اور سورہ اسرا میں وقالوا چھوڑ کر لن نؤمن سے کتٰبا نقرؤہ[5] تک اس نیت سے کہ یہ نوح و لقمان و جن و کفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیہ سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصٰلحین[6] ○ تک جس کی مقدار نصف پارہ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحالِ جنابت بہ نیت حکایتِ قصہ پڑھ جائے اور جا بجا بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لئے متعین ہیں ترک کردے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیہ لتنبئنھم[7] نصف آیت، سوم میں وکذلک مکنا سے نجزی المحسنین[8] ○ تک کچھ کم دو آیتیں، پھر کذلک لنصرف[9] نصف آیت، ہفتم میں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۷۱/۵ تا ۲۰ [3] القرآن الکریم ۷۲/۱ تا ۱۵ [4] القرآن الکریم ۳۱/۱۶ تا ۱۹

[5] ؍؍ ۱۷/۹۰ تا ۹۳ [6] ؍؍ ۱۲/۴ تا ۱۰۱ [7] ؍؍ ۱۲/۱۵

[8] ؍؍ ۱۲/۲۱ و ۲۲ [9] ؍؍ ۱۲/۲۴

www.alahazratnetwork.org

وکذٰلک مکنّا[1] ایک آیت، ہشتم میں وانہ لذو علم لما علمناہ[2] تہائی آیت، نہم میں کذٰلک کدنا لیوسف اور نرفع درجٰت من نشاء[3] چہارم آیت ولیس جس کی مقدار چورانوے[94] آیت طویل ہوئی یہ کس قدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و ابعد ہے تو سوا اُن صور استثنا کے مطلقًا ممانعت چاہیے، اور حاصل حکم[ف1] یہ ٹھہرا کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف بھی روا نہیں، اور جو الفاظ اپنے کلام میں زبان پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاق کلمات قرآنیہ سے متفق ہو جائیں زیرِ حکم نہیں، اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیتِ قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت، ایک یہ کہ آیاتِ دُعا و ثنا بہ نیت دُعا و ثنا پڑھے، دوسرے یہ کہ بحاجتِ تعلیم ایک ایک کلمہ مثلًا اس نیت سے کہ یہ زبانِ عرب کے الفاظِ مفردہ ہیں کہتا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہو جائے کما نصوا علیہ (جیسا کہ علمائے نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)۔

هذا ما ظهر لی وارجو انیکون صوابا و باللّٰه التوفیق وللّٰه الحمد ابدا۔

یہ وُہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ درست ہو، اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اللہ ہی کے لئے ہمیشہ حمد ہے (ت)

تنبیہ ۲: تمام کتب میں آیات ثنا کو مطلق چھوڑا اور اس میں ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمائے ذکر نہ فرمائی[ف2] وہ آیاتِ ثنا جن میں رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب[4] اُن کو بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لئے متعین ہیں بندہ اُنھیں میں انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جن میں ثنا بصیغۂ غیبت یا خطاب ہے۔

تنبیہ ۳: **اقول** یہاں ایک اور نکتہ[ف3] ہے بعض آیتیں یا سورتیں ایسی ہی دعا و ثنا ہیں کہ بندہ اُن کی

ف1: مسئلہ ان مسائل کا خلاصہ حکم جامع و منقح۔

ف2: مسئلہ جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لئے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔

ف3: مسئلہ جن آیاتِ دُعا و ثنا کے اول میں قُل ہے اُن میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیتِ دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۶ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸
[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶ [4] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۲

www.alahazratnetwork.org

انشا کرسکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لئے تعلیم فرمائی گئی ہیں مگر ان کے آغاز میں لفظ قُل ہے جیسے تینوں قُل اور کریمہ قل اللھم مٰلک الملک[1] ان میں سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اس سے امرِ الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قرات ہے اور اگر یہ تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے قُل اس طرح کہہ، یوں ثنا و دعا کر، تو یہ امر بدعا و ثنا ہوا نہ کہ دعا و ثنا اور شرع سے اجازت اس کی ثابت ہوئی ہے نہ اُس کی۔

تنبیہ ۴ : اقول یوں ہی وہ ادعیہ[ف۱] و اذکار جن میں حروفِ مقطعات ہیں مثلاً صبح[ف۲] و شام کی کی دعاؤں میں آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ○ تنزیل الکتٰب من اللہ العزیز العلیم ○ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ط لا الٰہ الا اللہ ھو ط الیہ المصیر[2] ○ تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک، رواہ الترمذی[3] والبزار وابن نصر ومردویہ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بحالتِ جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا کہ حروفِ مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جس کے ساتھ غیر خدا بے حکایتِ کلامِ الٰہی تکلم نہ کرسکتا ہو، معہذا اجازت صرف دعا و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ ان کے معنے میں کچھ اور بھی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ ۵ : اقول ہماری اُس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جن آیات[ف۳] میں بندہ دعا و ثنا کی نیت نہیں کرسکتا بحالِ جنابت وحیض انھیں بطورِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریقِ اعدا کے لئے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائرِ متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔

ف۱: مسئلہ اُسے حروفِ مقطعات والی دُعا کی بھی اجازت نہیں۔

ف۲: بلاؤں سے محفوظی کی دعا۔

ف۳: مسئلہ جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ /۲۶

[2] القرآن الکریم ۴۰ / ۱ تا ۳

[3] الدر المنثور بحوالہ الترمذی والبزار ومحمد بن نصر الخ تحت الآیۃ ۴۰/ ۱ تا ۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۳۳

عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں: یا تو دُعا جیسے حزب البحر، حرز یمانی یا[1] اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورۂ یٰسٓ و سورۂ مزمل صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا[2] اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہوجائے اس کے موکلات تابع ہوجائیں، اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنٰی بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت[ف۱] سے وہ آیت وسورت بھی جائز نہیں ہوسکتی جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اوّلاً یہ نیت نیتِ دُعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اُس کے خدام مطیع ہوں تو نیتِ قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو[2] نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیتِ اولٰی ناممکن اور نیتِ ثانیہ عین نیتِ قرآن ہے اور بلقصدِ قرآن اُسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ ۶: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ[ف۲] طلبِ شفا کی نیت تغیرِ قرآن نہیں کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہے گا کہ [ف۳] افحسبتم انما خلقنکم عبثا[1] تا آخر سورت[ع۵] مصروع ومجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغۂ غیبت وخطاب

www.alahazratnetwork.org

ع۵ حدیث میں ہے کوئی آسیب زدہ یا مجنون تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کے کان میں یہی آیتیں پڑھیں وہ فوراً اچھا ہوگیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ انھوں نے عرض کیا، فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سچے یقین والا اگر ان آیتوں کو پہاڑ پر پڑھے تو اُسے جگہ سے ہٹا دے گا۔ اخرجہ الامام الحکیم الترمذی[2] وابویعلی وابن ابی حاتم وابن السنی وابونعیم فی الحلیۃ وابن مردویہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

ف۱: مسئلہ صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب وحائض خالص آیات دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔

ف۲: مسئلہ دم کرنے کے لئے بھی جنب وہی خالص آیاتِ دُعاوثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دُعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔

ف۳: آسیب زدہ ومصروع ومجنون کا علاج۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

[2] الدرالمنثور بحوالہ الحکیم وابی یعلی وابن ابی حاتم وغیرہم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۱۴

ہوں اور اس کے اول میں قُل بھی نہ ہو، نہ اُس میں حروفِ مقطعات ہوں، اور اُس سے قرآنِ عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دُعا وثنا کی برکت سے طلبِ شفا کرنے کے لئے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

تنبیہ ۷: علمت مما القیت علیك ان التغیر بنیة الدعاء والثناء دون نیة الاستشفاء ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبدالغنی قدس سرہ مایوھم خلافه اذ قال" الھیکل والحمائلی المشتمل علی الاٰیات القراٰنیة اذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب ویستفاد منه ان ما کتب من الاٰیات بنیة الدعاء والثناء لایخرج عن کونه قراٰنا بخلاف قراء ته بھذہ النیة فالنیة تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب[1] اھ ومبناہ کما تری علی فھم ان نیة الاستشفاء مغیرة کنیة الدعاء ولم تعمل فی المکتوب، فکذٰلك نیة الدعاء او نقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیته نیته

ہمارے بیان سابق سے واضح ہوا کہ تغیر دعا وثنا کی نیت سے ہوتا ہے شفا طلبی کی نیت سے نہیں ہوتا۔ اور شامی میں سیدی عبدالغنی قدس سرہ سے نقل کرتے ہوئے وہ لکھا ہے جس سے اس کے خلاف وہم پیدا ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں: جو تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو اگر اس کا خول اس سے الگ ہو — جیسے وہ جو موم جامہ وغیرہ کے اندر ہوتا ہے — تو اسے لے کر بیت الخلا میں جانا اور جنب کے لئے اُسے چھُونا اور لینا جائز ہے۔ اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو آیات بہ نیت دُعا وثنا لکھی گئی ہوں وہ قرآنیت سے خارج نہ ہونگی بخلاف ان کے جو اس نیت سے پڑھی جائیں تو نیت منطوق کی تبدیلی میں اثر انداز ہوتی ہے مکتوب کی تبدیلی میں نہیں اھ — جیسا کہ پیش نظر ہے اس کی بنیاد یہ سمجھنے پر ہے کہ نیتِ دعا کی طرح شفا طلبی کی نیت سے بھی تبدیلی ہوتی ہے اور یہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی تو یہی حکم نیتِ دعا کا بھی ہے یا یوں کہیں کہ شفا طلبی بھی دعا ہی کے باب سے ہے تو شفا طلبی کی نیت

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کرسکتی۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ قبیل باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹

واقول ليس (ف۱) الامر كذا فمعنى القراءة بنية الدعاء ان يكون الكلام نفسه دعاء فليريد به انشاءه لا تلاوة الكلام العزيز، والاستشفاء دعاء معنوي لا يجعل اللفظ بمعنى الدعاء فليس هو من بابه ولا تغيير ايضا فان الذي يقرأ او يكتب مستشفيا متبركا فانما يريد التبرك والاستشفاء بالكلام العزيز لانه يخرجه عن القرأنية ثم يستشفي بغير القرأن، ولو كانت (ف۲) تغير لجاز ان يقرأ الجنب القرأن كله بنية الشفاء فان القرأن من اوله الى اخره نور وهدى وشفاء وهذا لا يسوغ ان يقول به احد وبالجملة فالمنوي في الرقية هو القرأن نفسه لا غيره الا ترى (ف۳) ان بعض الصحابة رضي الله تعالى عنهم لما رقى السليم بالفاتحة على شاء وجاء بها الى اصحابه كرهوا ذلك وقالوا اخذت على كتاب الله اجرا حتى قدموا المدينة فقالوا يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

بھی نیتِ دُعا ہی ہے ۔ **واقول** اور معاملہ ایسا نہیں کیوں کہ بہ نیتِ دُعا پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ کلام خود دعا ہو اور اس سے بجائے تلاوت کے انشائے دُعا کا قصد کرے ۔ اور شفا طلبی تو معنوی دعا ہے جو لفظ کو دُعا کے معنی پر مشتمل نہیں کر دیتی لہذا وہ اس دعا کے باب سے نہیں ۔۔۔ اور تبدیلی بھی نہیں اس لئے کہ جو شفا و برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے وہ کلامِ عزیز ہی سے شفا حاصل کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اسے قرآنیت سے خارج کر لیتا ہے پھر غیر قرآن سے شفا کا طالب ہوتا ہے اگر یہ نیت تبدیلی لانے والی ہو تو جائز ہوگا کہ جنب پورا قرآن بہ نیتِ شفا پڑھ جائے اس لئے کہ قرآن شروع سے آخر تک سبھی نور و ہدایت اور شفا ہے ۔ اور اس جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہو سکتا ۔ الحاصل تعویذ میں خود قرآن ہی مقصود ہوتا ہے غیر قرآن مقصود نہیں ہوتا ۔۔۔ دیکھئے ایک صحابی نے کچھ بکریاں لینے کی شرط پر جب سانپ کاٹے شخص کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لائے تو انھوں نے اسے مکروہ و ناپسند سمجھا اور کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت حاصل کی ، یہاں تک کہ ان حضرات نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ! اس نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

ف۱ : تطفل على سيدي عبد الغني وش

ف۲ : تطفل اٰخر عليهما

ف۳ : تطفل ثالث عليهما

ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ کما فی الجامع الصحیح[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فلم یُخرِج الاسترقاء الفاتحۃ عن کونہا کتاب اللہ مع انہا تصلح للدعاء والثناء فکیف بما لا یصلح لہما۔

اما ما افاد (و۱) من ان النیۃ لاتعمل فی المکتوب فاقول نعم ما کُتب قرأنا ولو فاتحۃ لایصح للجنب ان یقول فی نفسہ لیس ھذا قرأنا بل دعاء او یقول لا ارید بہ قرأنا بل دعاء وثناء ثم یمسہ اذ لامدخل لارادتہ فی ظہورہ فی ھذہ الکسوۃ التی قد تم امرھا۔

اما ان (و۲) ینشئ کتابۃ مثلہا

نے فرمایا: جن پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حق کتاب اللہ کا ہے جیسا کہ بخاری کی جامع صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے تو تعویذ بنانے اور دم کرنے سے سورۂ فاتحہ کتاب اللہ ہونے سے خارج نہ ہوئی جب کہ دُعا و ثنا ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا کیا حال ہوگا جو دعا و ثنا بننے کے قابل نہیں۔

اور یہ جو افادہ کیا کہ نیت مکتوب میں اثر انداز نہیں ہوتی **تو میں کہتا ہوں** ہاں جسے بطور قرآن لکھا گیا اگرچہ وہ سورۂ فاتحہ ہی ہو اس سے متعلق یہ نہیں ہو سکتا کہ جنب اپنے دل میں کہے یہ قرآن نہیں بلکہ دعا ہے۔ یا کہے میں اس سے قرآن کا قصد نہیں کرتا بلکہ دعا و ثنا کا قصد کرتا ہوں، پھر اسے مس کرے، اس لئے کہ اس کے ارادہ کا اس حصۂ قرآن کے اس لباس میں ظاہر ہونے میں کوئی دخل نہ ہوا اس کا کام تو پہلے ہی انجام پذیر ہو چکا ہے۔

رہی یہ صورت کہ از سر نو وہ اسی طرح لکھے

www.alahazratnetwork.org

و۱: **مسئلہ** لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مگر سورۂ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرلے کہ یہ ایک دُعا ہے اور اُسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔

و۲: **مسئلہ** آیات دعا و ثنا کو بہ نیت دعا و ثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے نہ لکھے جس میں آیات قرآنیہ ہوں۔

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب الشرط فی الرقیۃ بقطع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۴

وینوی الدعاء والثناء **فاقول** قضیة
ماقدمت من التحقیق المنع لان
الاذن ورد للحاجة ولاحاجة فی الدعاء
والثناء الی الکتابة، وما ورد علی خلاف
القیاس لایتعداہ، وبه یظهر انه
لایؤذن فی کتابة الرقی بالاٰیات
وان تمحضت للدعاء والثناء
ونواهما فلیراجع ولیحرر
واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

اور دعا و ثنا کی نیت رکھے **تو میں کہتا ہوں**
سابقاً میں نے جو تحقیق رقم کی اس کا تقاضا یہی ہے
کہ ممانعت ہو اس لئے کہ اجازت حاجت کے
باعث ہوئی ہے اور دعا و ثنا میں کتابت کی کوئی
حاجت نہیں۔ اور جو امر خلافِ قیاس وارد ہوتا ہے
وُہ اپنی جگہ سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اسی سے ظاہر ہے
کہ جنب کو آیات کے تعویذات لکھنے کی اجازت
نہ ہوگی اگرچہ وہ خالص دُعا و ثنا پر ہی مشتمل ہوں
اور دُعا و ثنا ہی کی نیت بھی ہو۔ اس بارے میں
مزید مراجعت کی جائے اور اس کا حکم واضح کرلیا جائے۔
اور خدائے پاک و برتر ہی کو خوب علم ہے۔

تنبیہ مہم یہ کہ ہم نے سلسلۂ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے ائمۂ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت
علمائے کرام نے اُسے کفر بتایا، مولٰی کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر
فرمائے دوسرا کہے تو اُس کی زبان گُدی کے پیچھے سے کھینچی جائے للّٰہ المثل الاعلٰی بلاتشبیہ یوں خیال کرو
کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب دینے حزم وعزم و احتیاط اتم
سکھانے کے لئے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اس کا اختیار تھا اب
اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے
حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ و مردود و ناسزا و مستحقِ عذاب و تعزیر و سزا ہوگا جب یہاں یہ حالت ہے
تو اللہ عزوجل کی رِیس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت
شدید و مدید عذابِ جہنم و غضبِ الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالٰے وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ[1]

ف: **فائدہ ضروریہ**: تلاوت قرآن یا قرأت حدیث کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ و
السلام خواہ کسی نبی کو معصیت کی طرف منسوب کرنا سخت حرام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

(اور آدم و حوا اپنے جسم پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ت) فرماتے ہیں:

قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذٰلک عن اٰدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ اوقول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدئ ذٰلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔[1]

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ: آج ہم میں سے کسی کے لئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالٰی کے کلام یا اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام کے اثناء میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لئے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت و بزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔(ت)

www.alahazratnetwork.org

امام ابوعبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی ان من قال عن نبی من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصٰی اوخالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلک۔[2]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بھی بارے میں غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انھوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کا حسنِ ادب عطا فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۲۰/ ۱۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۱/ ۱۶۹
المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۱۵